بہتر ہوتا اگر رسالہ کے بقیہ صفحات مین اُنکے اسناد سے بحث کیجاتی، رسالہ مصنف سے شاید مفت مل سکے

نقیب، یہ رسالہ بداؤن سے ماہوار شایع ہوتا ہے، اسکے چہ سات پرچے نظر سے گذر چکے ہین، اس رسالہ کا اصلی موضوعِ سخن سنجیدہ لیکن لطیف ظریفانہ عبارت مین ہر قسم کے علمی، اصلاحی اور سیاسی خیالات کا ادا کرنا ہے، ہمکو یہ کہنے مین باک نہین کہ اُسکے اکثر مضامین اس صنف خاص مین بجد کامیاب ہوئے ہین، چونکہ ظرافت پھر ظرافت ہے، اسلئے مضمون نگار اصحاب ستم ظریفی سے جعلی نامون کے پردہ مین ظاہر ہوتے ہین، تاہم سید محفوظ علی صاحب اور سلطان حیدر صاحب جوش تو اُس جعلی جالی مین چھپ نہین سکتے، یہ طرز نگارش ادبیات کی ایک خاص صنف ہے، اور اسکے لئے ابتک ملک مین کوئی خاص رسالہ نہ تھا، اگر سائنس وغیرہ چھوڑکر صرف اسی ایک چیز کو نقیب لیلے تو اُمید کہ خاطرخواہ کامیاب ہوگا، ٹھوس واقعیت اور لطیف وسیال تخیل پہلو بہ پہلو زیب نہین دیتے، پتہ: دفتر نقیب، بداؤن، ضخامت ۴۸ صفحے، قیمت قسم اول للعہ، قسم دوم ۸ر

دستور- شیرکوٹ ضلع بجنور سے ایک اردو اخبار چند مہینون سے اس نام سے شایع ہونا شروع ہوا ہے، جناب مولوی مظہر الدین صاحب جو اس سے پہلے متعدد اخبارون مین اڈیٹری کے فرائض انجام دیچکے ہین اُسکے اڈیٹر ہین، ہفتہ مین دو بار بڑی تقطیع کے سفید کاغذ پر آٹھ صفحات مین شایع ہوتا ہے، مضامین اور انکی ترتیب عمدہ ہوتی ہے، اسلامی جذبات کی تحریک و تشریح مولویصاحب کے قلم کے خصوصیات مین ہے، لیکن مقالات افتتاحیہ کی محض خطابی انشاپردازی کو اخبارات کیلئے ہم موزون نہین سمجھتے ہین، قیمت چہ روپیہ،

جلد چہارم | نومبر سنہ ۱۹ء صفر سنہ ۳۸ھ | عدد پنجم

مضامین

تصحیح- اکتوبر کے پرچہ مین مضمون تصاویر مین ہاٹ ٹون کے بجائے ہسٹ پڑھئے، شذرات صفحہ ۲۴۴ مین ...ن کے بجائے کاٹھیاوار۔

شذرات

آیندہ ایسٹر کی تعطیل مین غالباً ۹ برس کے بعد ندوۃ العلماء کا جلسہ صوبہ بہار مین منعقد ہوگا، پہلا جلسہ صوبہ کے دار الحکومت پٹنہ مین ہوا تھا، اور اس سال صوبہ کے ایک اور ممتاز اور قدیم ترین شہر گیا مین ہوگا، یہ شہر دنیا کے سب سے زیادہ کثیر التعداد مذاہب مین سے ایک کا (بودھ) معبد اعظم ہے اور مسلمانون کی بھی تاریخ گذشتہ اور حالات موجودہ کے لحاظ سے اسکی عظمت مسلّم ہے، پٹنہ کا اجلاس کثرت شرکا، تعداد علما، اور افراط جوش وخروش واعانت مالی کے لحاظ سے یادگار تھا، امید ہے کہ گیا کے مسلمان اولوالعزم اپنے صوبہ کی پچھلی تاریخ کے نام کو داغ نہ لگائین گے، اس صوبہ مین علما کی تعداد بہت زیادہ ہے توقع ہے کہ جلسہ گیا مین اجلاس پٹنہ سے شملون اور عمامون کی تعداد کمتر نظر نہ آئے گی۔

اگست ۱۹ء کے معارف نمبر ۲ مین ایک مضمون تناسخ پر شائع ہوا تھا، مضمون نگار نے اُس مین یہ فارسی شعر بھی اپنے استدلال مین نقل کیا تھا،

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام   ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اور اسکو مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کی طرف منسوب کیا تھا معارف نے اسپر جو نمبرہ کے تعاقب (؟) اُس سے یہ واضح ہوتا تھا کہ اس انتساب کو وہ بھی تسلیم کرتا ہے اسپر سب سے پہلے ایک شملہ کے "بزرگ" نے ٹوکا، اسکے بعد ڈاکٹر اقبال نے اس غلطی پر تنبہ کیا، اور دونون صاحبون نے لکھا کہ گو یہ شعر مولانا رومی کی طرف منسوب ہے مگر انکی مثنوی مین نہین، چنانچہ مجھے خود بھی اسکی کاوش ہوئی، اور مثنوی مین

... مثنوی کا ایک نسخہ مطبوعۂ ایران ہے، جسکے آخر مین اشعار کی فہرست ہے اُس مین بھی یہ شعر موجود نہین، اس بنا پر اس شہرت عام کی علانیہ تغلیط کی جاتی ہے، یہ شعر مولانا رومی کا نہین،

گذشتہ اکتوبر کے پرچہ مین ضمناً بسلسلۂ تنقید دیوان غالب اُس نسخہ کا ذکر آگیا تھا جو بھوپال مین دستیاب ہوا تھا اور جسکو مرحوم ڈاکٹر بجنوری اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کرنا چاہتے تھے اور جو ان کی ناگہانی موت سے ناتمام رہ گیا، اور اسپر معارف نے افسوس ظاہر کیا تھا،

چند روز ہوئے کہ ہمارے محترم دوست مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے ناظم تعلیمات بھوپال کا ایک مفصل خط آیا اور جسکو پڑھکر بڑی خوشی ہوئی کہ دیوان مذکور نہایت خوبی کے ساتھ جناب مفتی صاحب کے زیر اہتمام وتحشیہ چھپ رہا ہے، آٹھ صفحے چھپے ہوئے اُنھون نے بھیجے بھی ہین، اور یہ دیکھکر اور زیادہ مسرت ہوئی کہ لکھائی چھپائی کاغذ ہر حیثیت سے قابل تعریف ہے، مفتی صاحب یقین دلاتے ہین کہ ۲ مہینے مین یہ نسخہ شائقین کے ہاتھون مین پہنچ جائے گا، اشاعت کے تمام مصارف جناب صاحبزادہ حمید اللہ خان بہادر بی اے اپنی طرف سے ادا کر رہے ہین، اس عظیم الشان خدمت ادبی پر ہم اس علم پرور ریاست اور اسکے ارکان کو مبارکباد دیتے ہین۔

مفتی صاحب کا مفصل خط جس سے دیوان کے طریقۂ تدوین وتحشیہ وطبع کی کیفیت معلوم ہوگی آیندہ اشاعت مین شائع ہوگا،

یونیورسٹیون کا رئیس چانسلر ہوتا ہے، جو ہر سال علمی کاروبار انجام دینے کے لئے اپنے بجائے ایک وائس چانسلر (نائب امیر جامعہ) مقرر کرتا ہے، یونیورسٹی کی روح رواں یہی وائس چانسلر ہوتا ہے، اور عملاً اسکی شخصیت سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے، میسور یونیورسٹی ملک کی ایک جدید

ہونہار یونیورسٹی ہے، ماہ گذشتہ مین اسکا سالانہ جلسہ (کانووکیشن) تھا، چانسلر (مہاراجہ میسور) نے

وائس چانسلر سر عبد الرحیم، جج ہائی کورٹ مدراس کو مقرر کیا اور خطبہ صدارت انہین نے ارشاد فرمایا، اس

ایڈرس مین اگرچہ حکیمانہ عمق نہ تھا، تاہم اس طرح کے خطبات کا جو عام معیار قائم ہے اس سے یہ خطبہ

فروتر بھی نہ تھا، کسی مسلمان کا اس منصب پر فائز ہونا بجائے خود ایک نادر واقعہ ہے اور پھر ایک ہندو

ریاست مین تو یہ اپنی نوعیت کا بالکل پہلا تجربہ تھا، اس تجربہ کی کامیابی سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوگیا کہ

مسلمانون مین ان خدمات جلیلہ کی انجام دہی کا بالکل قحط نہین۔

آغاز نومبر مین پونہ مین اورینٹل کانفرنس کا جو اجلاس منعقد ہوا اسکے لیے کلکتہ یونیورسٹی اور

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی سے ایک ایک نمایندہ طلب کیا گیا تھا، دونون کا قرعۂ انتخاب ڈاکٹر

عبد اللہ المامون سہروردی پر پڑا، ہمسایہ اقوام کے مقابلہ مین مسلمانون کا جو علمی تنزل ہے اسکے

لحاظ سے ایسے مواقع پر کسی مسلمان کا نام سننے سے مسرت کے ساتھ ہی حیرت بھی ہوتی ہے۔

انگلستان کا مشہور و معروف اخبار ٹائمز اپنا ایک ہفتہ وار علمی ضمیمہ بھی شائع کرتا ہے اسکا

موضوع تمام تر علمی ہے، اس مین صرف مطبوعات جدیدہ کی فہرست ہوتی ہے، ان مین جو قابل

تذکرہ و تبصرہ ہوتے ہین انکی حسب حیثیت ان پر ریویو ہوتے ہین، صیغۂ مراسلات مین علمی مسائل

پر بحث ہوتی ہے اور مقالہ افتتاحیہ مین اکثر کسی مشہور ادیب پر نقد و تبصرہ ہوتا ہے، ان چیزون کے

سوا پالیٹکس وغیرہ پر ایک حرف بھی نہین ہوتا، اور سالانہ قیمت انگلستان کے لئے ۱۱ شلنگ

اور بیرونجات کے لئے ۱۳ شلنگ ہے، جنگ نے اسکی اشاعت کو شدید نقصان پہنچایا، یہانتک

کہ اسکے خریدارون کی تعداد مین بقدر ایک ثلث کے کمی ہوگئی، باایں ہمہ جانتے ہو کہ اسکے خریدارون

کی تعداد کیا ہے؟ اسکے لئے کسی قیاس کی حاجت نہین، لٹریری ٹائمز خود ہر ہفتہ اپنے قدر شناسون کی

اطلاع کیلئے چھاپتا رہتا ہے حال کی چند اشاعتون سے متعلق اعداد ملاحظہ ہون:-

۱۷ جولائی ۱۹ سنہ	۳۲۰۵۹	۳۱ جولائی ۱۹ سنہ	۳۲۴۷۸
۷ اگست ؍؍	۳۲۰۸۰	۴ ستمبر ؍؍	۲۹۴۸۸
۱۴ اگست ؍؍	۳۱۲۶۸		

اُردو مین اب تک متعدد پرچے خالص علم و ادب کی خدمت کے لئے نکل چکے ہین جن مین سے

بعض مثلاً تہذیب الاخلاق، والندوہ) کی رہنما سید احمد خان و شبلی کی شخصیتین رہ چکی ہین، بہتر

ہوگا اگر ان سب کے خریدارون کی مجموعی تعداد کو اکیلے لٹریری ٹائمز کے حلقۂ اشاعت کے سامنے

رکھکر آفتاب اور چراغ کی روشنی کا مقابلہ کیا جائے!

ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ، انگلستان مین اپنی نوعیت کا تنہا پرچہ نہین۔ ایتھینیم، لٹریری ورلڈ وغیرہ

متعدد پرچے اور بھی نکلتے ہین جنکے مقاصد اس سے تقریباً متحد ہین، اور مختلف علوم، فلسفہ، تاریخ،

ریاضیات، کیمیائیات، فلکیات وغیرہ کے جو مخصوص جراید و رسائل نکلتے رہتے ہین، انکا شمار بھی کچھ

کم نہین۔ پھر خود ٹائمز ہی کے دفتر سے تعلیم و تربیت، انجنیری، اور تجارت سے متعلق جو مستقل ہفتہ وار

ضمیمے شایع ہوتے رہتے ہین، وہ علحدہ ہین۔ لیکن ان سب حالات کے باوجود بھی اسکے علمی ضمیمہ

کی جو تعداد فروخت ہے اوپر گزر چکی، اسکے مقابلہ مین اول تو اردو مین علم و زبان کی خدمت

کرنے والے ہین کتنے، لیکن دو ایک پرچے جو یہ ولولہ لیکر نکلتے بھی ہین، انکی یہ حالت رہتی ہے کہ

ہزارون کی اشاعت تو کیا، اگر وہ "دست غیب" کا سہارا نہ ہو تو محض خریدارون کے بھروسہ پر پرچہ

کی چند روزہ زندگی بھی دشوار ہوجائے!

لندن مین دو سال سے ایک درسگاہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے نام سے قائم ہے، مقصد قیام یہ ہے کہ اہل مغرب، مشرقی علوم والسنہ سے واقفیت حاصل کرین۔ سر ڈینیسن راس اس درسگاہ کے ڈائرکٹر ہین، حال مین انہون نے ایک تقریر کی، اس سے معلوم ہوا کہ سال گذشتہ اسکول مین ۲۰۰ طلبہ تھے۔ اسکول مین گو تقریباً تمام مشرقی زبانون کی تعلیم کا انتظام ہے، لیکن جو عام رجحان زبان عربی سے متعلق ہے، وہ اور کسی زبان سے نہین، چنانچہ طلبہ کی سب سے بڑی تعداد یعنی ۵۴ نے یہی زبان اختیار کی تھی۔ اساتذہ کی تعداد ۲۸ ہے، انکے علاوہ ۲۰ "زاید" اساتذہ بھی ہین، جو باضابطہ ملازم نہین مگر بوقت ضرورت کام کرنے کو تیار رہتے ہین۔ درسگاہ سے متعلق مشرقی علوم و فنون کا ایک کتبخانہ بھی ہے جسے ہر طرح پر مکمل و جامع بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ارسطاطیلین سوسائٹی جو "معلم اول" ارسطو کے نام کے انتساب سے قائم ہے، اسوقت انگلستان مین فلسفہ کی ممتاز ترین انجمن ہے، اسکے ارکان عموماً صرف مشاہیر فن ہین، اور اسکی مجلسون مین محض دقیق فلسفیانہ مباحث پر گفتگو ہوتی ہے، جو باہر والون کے لئے اکثر قابل فہم بھی نہین ہوتی۔ حال مین سوسائٹی مذکور کے ایک اجلاس مین موضوع بحث یہ عنوان قرار پایا "سر رابندر ناتھ ٹیگور شاعر و فلسفی" ڈرہم یونیورسٹی کے پرنسپل جیونس نے اس عنوان پر ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا اور ارکان بزم نے ٹیگور کی فلسفیانہ تعلیمات پر دیر تک بحث کی، خود ٹیگور نے معلوم نہین اس خبر کو کن جذبات کے ساتھ سنا، لیکن ٹیگور کے ہموطنون کے دلون مین اسکا یہ غیر معمولی اعزاز فخر و مسرت کے جسقدر جذبات بھی پیدا کرے بجا ہے، ارض ہند کی فلسفیانہ شہرت و عظمت ایک زمانہ مین مسلّم تھی، ٹیگور کے ہوتے ہوئے کون اس عظمت کو مردہ کہہ سکتا ہے؟

امریکہ کی ایک مشہور یونیورسٹی ییل یونیورسٹی ہے، چند روز ہوئے اسے ایک مُعطی مسٹر اسٹرلنگ کی وصیت کے مطابق ۳۶ لاکھ پونڈ (چار کروڑ نوے لاکھ روپیہ) کا ترکہ حاصل ہوا ہے، مغربی یونیورسٹیون کے لئے عطیہ اپنی نوعیت مین نادر نہین، انہین اس قسم کے عطایا برابر حاصل ہوتے رہتے ہین۔ اس فیض "روح القدس" سے اگر ان مین "اعجاز مسیحائی" پیدا ہو گیا ہو تو نیم مردہ ہندوستان کو حیرت ہونا چاہئے۔ فیضی و ابوالفضل کی تلاش اسوقت تک بیسود ہے، جب تک کوئی اکبر نہ ہو۔

وسط اکتوبر مین صوبہ کی جو کانفرنسین سہارنپور مین منعقد ہوئین، ان مین ایک ہندی کانفرنس بھی تھی۔ اسکی زندگی کا یہ پہلا سال نہین۔ اس سے پیشتر بھی وہ اسی صوبہ کے مختلف شہرون مین منعقد ہو چکی ہے، اس دعوی کے ساتھ کہ ہندی ملک کی عام زبان ہے، سنتے ہین کہ کسی زمانہ مین مسلمانون کا بھی دعوی اُردو سے متعلق تھا، اور صوبہ ہذا اُردو کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن شاید مدت ہوئی وقت کی عدالت سے یہ دعوی "عدم پیروی" مین خارج ہو گیا۔

مقالات

تاریخ وفات نبوی

اہل عرب مین جہان عدم تعلیم کے سبب سے اور بہت سے نقائص تھے، وہان ایک یہ بھی تھا کہ
کسی واقعہ کی تاریخ (روز) بیان کرنے مین وہ تساہل اور مسامحت کرتے تھے، اگر یہ بیان کرنا ہوکہ مہینہ کی
دسُّ تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا تو اسکو یون ادا کرتے تھے کہ "فلان مہینہ کی دس راتین گذری ہیتین کہ یہ واقعہ
ہوا، اگر ۲۵ تاریخ کو ایک واقعہ پیش آیا تو کہتے تھے کہ "مہینہ مین پانچ دن باقی تھے جب یہ ہوا" عربی مہینے
خالص قمری مہینے تھے، یعنی انکا مدار محض رویت ہلال پر تھا، اِسلئے اواخر ماہ کی تاریخ مین انکو قیاس
وگمان سے کام لینا پڑتا تھا، یا پورے ۳۰ دن کا مہینہ مان کر وہ یہ کہتے ہون ا بہرحال اس طرز بیان کا
یہ اثر ہوا کہ تاریخون کی تعیین مین تفاوت اور اختلاف پیدا ہو گیا،

منجملہ اُن اختلافات کے ایک وفات نبوی کی تاریخ کا مسئلہ بھی ہے، سیرت نبوی مین یہ
بحث جہان آیا ہے، مین نے حاشیہ مین ایک خاص تاریخ بدلائل متعین کی ہے، اور وہ یکم ربیع الاول ہے
لیکن مدار بحث صرف روایت ہے، اصول فلکی سے مین نے اِسلئے کام نہین لیا کہ عربی قمری مہینون کی
بنیاد محض رویت پر ہے، جسکے لئے اصول فلکی بیکار ہین، بہرحال چونکہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس واقعہ
کی ہر طریق سے تحقیق ہو جائے، اور ایک مسلم و مستند تاریخ بدلائل متعین کردیجائے، اس بنا پر مناسب
سمجھا ہے کہ مین خود اپنا بیان اور نیز بعض اُن ریاضی دان فضلاء کی تحریرین جو میرے استفسار کے جواب مین
موصول ہوئی ہین، ارباب علم کے حلقہ مین پیش کرون تاکہ دوسرے اصحاب بھی جو روایۃً یا از روے اصول
فلکیات اس باب مین مجھے مشورہ دیسکتے ہون وہ مستفید فرمائین.

آنحضرت صلعم کی ابتداے مرض کے دن، مدت علالت، اور تاریخ وفات کی تعیین مین روایات
[illegible]ف ہین، امر مختلف فیہ سے پہلے اُن امور کو بتا دینا چاہیئے جنپر تمام روایات کا اتفاق ہے اور جنپر
[illegible] تمام محدثین اور ارباب سیر کا اجماع عام ہے، اور وہ یہ ہین، (۱) سال وفات سنہ ۱۱ھ ہے،
[illegible] مہینہ ربیع الاول کا تھا، (۳) یکم سے ۱۲ تک کوئی تاریخ تھی، (۴) دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری
[illegible] کتاب الجنائز) زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے،
[illegible] بنا پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو وفات پائی، تو تاریخ آغاز مرض بھی
[illegible] کیجا سکتی ہے، حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح آٹھ روز (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ
[illegible]) بیمار رہے، اور یہین وفات پائی، اِسلئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے، عام روایات کے
[illegible] پانچ دن اور چاہیئین، اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے، اِسلئے ۱۳ دن مدت علالت صحیح ہے
[illegible] کے پانچ دن آپ نے دوسری ازواج کے حجرون مین بسر فرمائے، اس حساب سے علالت کا
[illegible] چہارشنبہ سے ہوتا ہے،

تاریخ وفات کی تعیین مین راویون کا اختلاف ہے، کتب حدیث کا تمامتر دفتر چھان ڈالنے کے
[illegible] بھی تاریخ وفات کی کوئی روایت مجھکو احادیث مین نہین ملسکی، ارباب سیر کے ہان تین روایتین ہین،
[illegible] ربیع الاول، دوم ربیع الاول، اور ۱۲ ربیع الاول، ان تینون روایتون مین باہم ترجیح دینے کے لئے
اصول روایت و درایت دونون سے کام لینا ہے، روایۃً دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد
[illegible] سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطہ سے مروی ہے، (طبری صفحہ ۱۸۱۵) اس روایت کو اکثر قدیم
[illegible]ورخون نے (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے) قبول کیا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونون
مشہور دروغگو اور غیر معتبر ہین، یہ روایت واقدی سے بھی ابن سعد و طبری نے نقل کی ہے (جزء وفات)
لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت جسکو اس نے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہے، وہ ۱۲ ربیع الاول کی ہے

البتہ بیہقی نے دلائل مین بسند صحیح سلیمان التیمی سے دوم ربیع الاول کی روایت نقل کی ہے، (انوار البرارس لابن سید الناس، وفات) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسےٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے (فتح الباری وفات) امام سہیلی نے روض الانف مین اسی روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے، (جلد دوم وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے درایۃً اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ دو باتین یقینی طور پر ثابت ہین، روز وفات دوشنبہ کا دن تھا، (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذیحجہ سنہ ۱۰ھ کی نوین تاریخ کو جمعہ کا دن تھا، (صحاح قصہ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ۹ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ تک حساب لگاؤ، ذیحجہ، محرم، صفر، ان تینون مہینون کو خواہ ۲۹، ۲۹ یا خواہ ۳۰، ۳۰، خواہ بعض ۲۹ بعض ۳۰ کسی حالت اور کسی شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہین پڑسکتا، اِسلئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعی غلط ہے، دوم ربیع الاول کے حساب سے اسوقت دوشنبہ پڑسکتا ہے، جب تینون مہینے ۲۹ کے ہون، اور یہ گو علم اہل ہیئت کے نزدیک جائز ہے لیکن جدید علم ہیئت مین یہ وقوع مئی کے بعد کے مہینون مین ممکن ہے اور یہ مہینے یقیناً مئی سے پہلے کے ہین، اب صرف تیسری صورت رہ گئی جو کثیر الوقوع ہے یعنی یہ کہ دو مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیا جائے اس حالت مین یکم ربیع الاول کو دوشنبہ کا روز واقع ہوگا اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے۔

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ اگر ۹ ذیحجہ کو جمعہ ہو تو اوائل ربیع الاول مین اس حساب سے دوشنبہ کس کس دن واقع ہوسکتا ہے،

نمبر شمار	صورت مفروضہ	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
۱	ذیحجہ، محرم اور صفر سب ۳۰ کے ہون	۶	۱۳	۰
۲	ذیحجہ، محرم اور صفر سب ۲۹ کے ہون	۲	۹	۱۶
	ذیحجہ ۲۹، محرم ۲۹، اور صفر ۳۰ کا ہو	۱	۸	۱۵
	ذیحجہ ۳۰، محرم ۲۹، اور صفر ۲۹ کا ہو	۱	۸	۱۵
	ذیحجہ ۲۹، محرم ۳۰، اور صفر ۲۹ کا ہو	۱	۸	۱۵
	ذیحجہ ۳۰، محرم ۲۹، اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	۰
	ذیحجہ ۳۰، محرم ۳۰ اور صفر ۲۹ کا ہو	۷	۱۴	۰
	ذیحجہ ۲۹ کا اور محرم و صفر ۳۰ کے ہون	ـ	۱۴	۰

ان مفروضہ تاریخون مین سے ۶، ۷، ۸، ۱۳، ۹، ۱۴، ۱۵، خارج از بحث ہین کہ علاوہ اور ... کے انکی تائید مین کوئی روایت نہین، رہ گئین یکم اور دوم تاریخین، دوم تاریخ صرف ایک صورت ... پر ہوسکتی ہے جو خلاف اصول ہے، یکم تاریخ تین صورتون مین واقع ہوسکتی ہے، اور تینون کثیر الوقوع ... اور روایات ثقات انکی تائید مین ہین، اِسلئے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ہے، اس حساب مین فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے، جسپر اسلامی قمری مہینون کی بنیاد ہے، اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اسپر خدشات وارد ہوسکتے ہون،

کتب تفسیر مین تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول (۹ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ) سے روز وفات تک ۸۱ دن ہین، (دیکھو ابن جریر و ابن کثیر و ... وغیرہ) ہمارے حساب سے ۹ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ سے لیکر یکم ربیع الاول تک دو ۲۹، اور ایک مہینہ ... لیکر جو ہماری مفروضہ صورت ہے، پورے ۸۱ دن ہوتے ہین، ابو نعیم نے بھی دلائل مین بسند یکم ربیع الاول تاریخ وفات نقل کی ہے (صفحہ ۱۴۶)

جناب مولانا محمد عبدالواسع صاحب پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

سال قمری کی صحیح تعداد (۳۵۴٫۳۶۷۰۶۴۴) دن ہین اِسلئے سال قمری کبھی (۳۵۴) دن کا اور کبھی (۳۵۵) کا ہوتا ہے، غرہ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ سے سلخ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۷ھ تک ۱۳۲۷ سال قمری ہوتے ہین جنکی تعداد ایام حسب ذیل ہے (۱۳۲۷ × ۳۵۴٫۳۶۷۰۶۴۴) = ۴۷۰۲۴۵٫۰۹۴۵۸۸ دن کے یعنی وقت تولید ہلال ذیحجہ سنہ ۱۰ھ سے وقت تولید ہلال ذیحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ تک (۴۷۰۲۴۵) دن ۲ گھنٹے ۱۶ منٹ ہوتے ہین،

ناٹیکل المینک سنہ ۱۹۱۹ء کے معائنہ سے واضح ہے کہ شہر گرینوچ مین تولید ہلال ذیحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ ۲۶ اگست روز سہ شنبہ کو بعد ظہر ۳ بجکر ۴۳ منٹ پر ہوئی، اور چونکہ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کا طول بلد شرقی ۴۰ و ۱۱ ہے لہذا مکہ معظمہ کے نصف النہار کا وقت گرینوچ کے وقت مین ۲ گھنٹہ ۴۱ منٹ جمع کرنے سے حاصل ہوگا، اسلئے ہلال ذیحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ کی تولید مکہ معظمہ مین ۲۶ اگست سنہ ۱۹۱۹ء روز سہ شنبہ کو بعد ظہر ۶ بجکر ۲۴ منٹ پر ہوئی، اور بحالت صفائی مطلع اسی دن شام کو رویت ہوگئی ہوگی۔

ان امور کے دریافت ہوجانے کے بعد ظاہر ہے کہ ۲۹ ذیقعدہ روز سہ شنبہ وقت ۶ بجے ۲۴ منٹ بعد ظہر سے ۴۷۰۲۴۵ دن ۲ گھنٹے ۱۶ منٹ یعنی ۶۷۱۷۷ ہفتے ۶ دن ۲ گھنٹے ۱۶ منٹ قبل مکہ معظمہ مین تولید ہلال ذیحجہ سنہ ۱۰ھ ہوئی ہوگی، اور چونکہ سلخ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۷ھ روز سہ شنبہ ہے اسلئے ان ہفتون کا شمار اگر اخیر سے کیا جائے تو ہر ہفتہ چہارشنبہ سے شروع اور سہ شنبہ پر ختم ہوتا ہے، اس حساب سے ۲۹ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ روز چہارشنبہ اور غرہ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ روز پنجشنبہ ہوگا، اور مکہ معظمہ مین تولید ہلال ذیحجہ سنہ ۱۰ھ ۲۹ ذیقعدہ روز چہارشنبہ کو بعد ظہر ۳ بجکر ۵۹ منٹ پر ہوئی تھی، لیکن حرکت قمری کے بعض اضطرابات اور اوضاع فلکی کے تغیرات کی بنا پر ممکن ہے کہ تولید ہلال وقت مقررہ سے دو تین گھنٹے قبل یا دو تین

گھنٹے بعد ہوئی ہو، تطابق تاریخہائے قمری و شمسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ روز چہارشنبہ کو ۲۶ فروری سنہ ۶۳۲ء تھی، اور چونکہ چاند کے دورہ قانونی کی مدت زمین کی دائرۃ البروج پر آفتاب سے قرب و بعید ہونیکی وجہ سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے، لہذا حرکات نیرین کے حساب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی ماہ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ ۲۹ دن ۱۳ گھنٹے ۲۳ منٹ کا، اور ماہ محرم سنہ ۱۱ھ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۸ منٹ کا اور ماہ صفر سنہ ۱۱ھ ۲۹ دن ۱۱ گھنٹے ۵۰ منٹ کا تھا،

مکہ معظمہ کا عرض البلد شمالی ۲۱ (ڈگری) و ۲۸ منٹ، اور طول البلد شرقی ۴۰ و ۱۱ اور مدینہ منورہ کا عرض البلد شمالی ۲۴ و ۲۸، اور طول البلد شرقی ۳۹ و ۵۸ ہے، لہذا ۲۶ فروری سنہ ۶۳۲ء روز چہارشنبہ کو آفتاب کا غروب شرعی مکہ معظمہ مین بعد ظہر ۶ بجکر ۱۴ منٹ پر، اور مدینہ منورہ مین بعد ظہر ۶ بجکر ۹ منٹ پر ہوا تھا، یعنی مدینہ منورہ مین مکہ معظمہ سے ۵ منٹ پہلے غروب آفتاب ہوا تھا،

بیانات سابقہ پر غور کرنے سے شمار ایام شہور ذیحجہ و محرم و صفر کی دو صورتین پیدا ہوتی ہین،

(۱) ہلال ذیحجہ سنہ ۱۰ھ کی تولید حسب وقت محسوبہ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ روز چہارشنبہ کو بعد ظہر ۳ بجکر ۵۹ منٹ پر بحساب وقت نصف النہار مکہ معظمہ ہوئی تھی، اس صورت مین اسی روز شام کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین بعد غروب آفتاب ہلال نظر آیا ہوگا، اور روز پنجشنبہ غرہ ذیحجہ قرار دیا گیا ہوگا اور حجۃ الوداع جمعہ کے دن ہوا ہوگا، پھر اس تولید کے ۲۹ دن ۱۳ گھنٹے ۲۳ منٹ بعد ۳۰ ذیحجہ روز جمعہ کو قبل ظہر ۵ بجکر ۲۲ منٹ پر تولید ہلال محرم ہوئی تھی، لہذا ان مقامات مقدسہ مین ۳۰ ذیحجہ کی شام کو ہلال نظر آیا ہوگا، اور روز شنبہ غرہ محرم سنہ ۱۱ھ قرار پایا ہوگا، پھر اس تولید کے ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۸ منٹ بعد ۲۹ محرم سنہ ۱۱ھ روز شنبہ کو بعد ظہر ۶ بجکر ۱۰ منٹ پر تولید ہلال صفر ہوئی تھی، چونکہ اس روز مکہ معظمہ مین آفتاب کا غروب شرعی بعد ظہر ۶ بجکر ۲۲ منٹ پر اور مدینہ منورہ مین بعد ظہر ۶ بجکر ۱۷ منٹ پر ہے، اسلئے اسی روز بعد غروب رویت ہلال صفر ہوئی ہوگی، اور روز یکشنبہ یکم صفر قرار پایا ہوگا، پھر اس تولید کے ۲۹ دن ۱۱ گھنٹے ۵۰ منٹ بعد ۳۰ صفر

روز دو شنبہ قبل ظہر ۵ بجکر ۹ ۴ منٹ پر تولید ہلال ہوئی تھی، اسوجہ سے اسی دن شام کو ہلال ربیع الاول نظر آیا ہوگا، اور روز سہ شنبہ غرہ ربیع الاول قرار دیا گیا ہوگا،

(۲) ہلال ذیحجہ سنہ کے تولید وقت محسوبہ سے دو گھنٹے ۷ ۴ منٹ بعد ۲۹ ذیقعدہ روز چہار شنبہ کو بعد ظہر ۲ بجکر ۴ ۴ منٹ پر ہوئی، اس صورت مین مدینہ منورہ مین چہار شنبہ ۲۹ ذیقعدہ کی بجاے پنجشنبہ ۳۰ ذیقعدہ کو رویت ہلال ہوئی ہوگی، اور جمعہ کو غرہ ذیحجہ قرار پایا ہوگا، اور مکہ معظمہ مین چہار شنبہ کو رویت ہلال ہوئی ہوگی، اور پنجشنبہ غرہ ذیحجہ ہوگا پھر حسب بیان سابق مکہ معظمہ مین ۳۰ ذیحجہ روز جمعہ کو اور مدینہ منورہ مین ۲۹ ذیحجہ روز جمعہ کو قبل ظہر ۸ بجکر ۱ منٹ پر تولید ہلال محرم ہوئی، اور دونون مقامات پر شنبہ کو یکم محرم قرار پایا، اور ۲۹ محرم روز شنبہ کو بعد ظہر ۸ بجکر ۴۲ منٹ پر تولید ہلال ہوئی، اور شب ہوجانے کی وجہ سے رویت ۳۰ محرم روز یکشنبہ کو ہوئی، اور غرہ صفر روز دوشنبہ قرار دیا گیا، پھر ۲۹ صفر روز دوشنبہ کو قبل ظہر ۸ بجکر ۳۳ منٹ پر تولید ہوئی، اور دونون مقامات مین غرہ ربیع الاول روز سہ شنبہ قرار پایا۔

پہلی صورت مین مدینہ منورہ مین غرہ ذیحجہ روز پنجشنبہ ۳۰ ذیحجہ روز جمعہ غرہ محرم روز شنبہ ۲۹ محرم روز شنبہ غرہ صفر روز یکشنبہ ۳۰ صفر روز دوشنبہ غرہ ربیع الاول روز سہ شنبہ واقع ہوتا ہے،

دوسری صورت مین بخلاف مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین غرہ ذیحجہ روز جمعہ ۲۹ ذیحجہ روز جمعہ غرہ محرم روز شنبہ ۳۰ محرم روز یکشنبہ غرہ صفر روز دوشنبہ ۲۹ صفر روز دوشنبہ غرہ ربیع الاول روز سہ شنبہ قرار پاتا ہے ان دونون صورتون مین مدینہ منورہ مین یہ تینون مہینے ۲۹، ۲۹ دن کے ہرگز نہین ہوسکتے ان دونون صورتون کے علاوہ ایک تیسری صورت بھی حسب ذیل ہے،

(۳) مدینہ منورہ مین حسب صورت دوم ہلال ذیحجہ سنہ کی رویت پنجشنبہ کو ہوئی ہو اور جمعہ غرہ ذیحجہ قرار پایا ہو، اور ۲۹ ذیحجہ روز جمعہ کو وہان مطلع ابر آلود ہو اور رویت نہو سکی ہو، اسلئے ذیحجہ ۳۰ روز کا شمار کیا گیا ہو، اور غرہ محرم روز یکشنبہ قرار پایا ہو، اور یکشنبہ ۲۹ محرم کو بھی مطلع پر ابر رہا ہو، لہذا محرم بھی

۳۰ روز کا شمار ہوا ہو، اس طرح غرہ صفر روز سہ شنبہ ہو، پھر اواخر صفر مین بھی مطلع پر ابر ہو، اور صفر بھی ۳۰ روز کا شمار ہوا ہو، اس بنا پر غرہ ربیع الاول روز پنجشنبہ ہوگا۔ اس صورت مین مدینہ منورہ مین غرہ ذیحجہ روز جمعہ ۳۰ ذیحجہ روز شنبہ یکم محرم روز یکشنبہ ۳۰ محرم روز دوشنبہ یکم صفر روز سہ شنبہ اور ۳۰ صفر روز چہار شنبہ یکم ربیع الاول روز پنجشنبہ واقع ہوتا ہے،

اس صورت کے متعلق یہ نہین کہا جاسکتا کہ جب جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ مین تشریف فرما ہوے ہونگے تو لوگون کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مکہ معظمہ مین چہار شنبہ کو رویت ہلال ذیحجہ ہوئی تھی، اسلئے مدینہ منورہ مین بھی تاریخ بدل گئی ہوگی، اور جمعہ کا دن ۳۰ ذیحجہ شمار کیا گیا ہوگا کیونکہ تمام فقہا و محدثین کا اسپر اجماع ہے کہ رمضان المبارک اور شوال کے علاوہ ہر مہینہ کی رویت مین اختلاف مطالع کی وجہ سے اختلاف یوم رویت کا اعتبار کرنا چاہیئے، اور ہر جگہ وہین کی رویت کے اعتبار سے شمار تاریخ ہوگا، البتہ ہلال رمضان اور شوال کی رویت مین حنفیہ اسکے مخالف ہین، وہ بھی اسوجہ سے نہین کہ روز رویت مین اختلاف نہین ہوتا، بلکہ اسوجہ سے کہ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ مین رویت نکرہ واقع ہوئی ہے، لہذا مطلق رویت پر خواہ کہین ہو صوم اور افطار کا مدار رہیگا، ان وجوہ سے مدینہ منورہ مین تاریخ نہ بدلی گئی ہوگی، اور سلخ ذیحجہ روز شنبہ قرار پایا ہوگا۔

اس صورت کو محض اس بنا پر رد کردینا کہ متواتر تین ماہ تک آخر مہینے مین ابر رہنا مستبعد ہے، سخت غلطی ہے، کیونکہ ایسی صورت ہندوستان کے ان مقامات مین بھی کثیر الوقوع ہے جو سمندر سے دور دراز فاصلہ پر واقع ہین، چنانچہ ممالک متحدہ اور بھوپال اور حیدرآباد دکن مین بار ہا مین نے خود اسکا مشاہدہ کیا ہے، اور مدینہ منورہ تو بحر قلزم سے بہت قریب ہے، اسلئے وہان اس صورت کا وقوع بنسبت مقامات متذکرہ کے زیادہ اکثری ہوگا اور وہان کے آنے والون کے بیانات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، اور وہ بیان کرتے ہین کہ مدینہ منورہ مین موسم گرما مین بھی چوتھے پانچوین روز ابر آیا کرتا ہے

ان وجوہ سے یہ صورت کسی طرح سابقہ دونوں صورتوں سے مرجوح نہیں ہے، اس صورت مین تو کوئی مہینہ بھی ۲۹ دن کا نہین ہوسکتا۔

ان تمہیدی بیانات کے بعد اب اصل مسئلہ تعیین تاریخ وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق کیجاتی ہے، اور اس تحقیق مین حسب ذیل دو مسلمہ امور ملحوظ رکھے جاتے ہین۔

(۱) حجۃ الوداع بالاجماع روز جمعہ کو ہوا تھا،

(۲) بالاجماع آنحضرت صلعم نے ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مین بروز دوشنبہ وصال فرمایا، سیرۃ محمدیہ، میمونی، سیرۃ ابن ہشام، روضۃ الاحباب وغیرہ کتب سیر کے تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ رحلت کے متعلق حسب ذیل روایات ہین،

(۱) غرہ ربیع الاول (۲) دوم ربیع الاول (۳) ۱۲ ربیع الاول (۴) ۱۵ ربیع الاول، لہذا ضرور ہے ان تاریخون مین سے کوئی تاریخ آپکے وصال کی تاریخ ہوگی، تینون صورتون مین سے کسی صورت کی بنا پر بھی روز دوشنبہ نہ غرہ ربیع الاول واقع ہوتا ہے، نہ دوم نہ پانزدہم ربیع الاول، اسلئے یہ تینون تاریخین تاریخ وصال نہین ہوسکتین، اب صرف ۱۲ ربیع الاول باقی رہی، اور اکثر محدثین وعلماء سیر ومحققین نے اسی کو ترجیح دی ہے، نیز تعامل ناس اور علماء حرمین شریفین بھی اسی کا موید ہے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی جذب القلوب مین صرف یہی تاریخ لکھی ہے، اسلئے لامحالہ یہ باور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلعم نے ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ کو عالم ظاہر سے رحلت فرمائی، ورنہ تمام صحیح روایتون کی تغلیط اور اجماع مرکب کا انکار لازم آئیگا جو بالاتفاق جائز نہین، اور روز دوشنبہ کو ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ صورت اول ودوم کی بنا پر نہین واقع ہوسکتی البتہ صورت سوم کی بنا پر غرہ ربیع الاول روز پنجشنبہ ہشتم ربیع الاول روز پنجشنبہ نہم روز جمعہ دہم روز شنبہ یازدہم روز یکشنبہ دوازدہم ربیع الاول روز دوشنبہ تھی، اسلئے ضرور صورت سوم ہی اس زمانہ مین واقع ہوئی تھی اور مکہ معظمہ مین یکم ذیحجہ روز پنجشنبہ مدینہ منورہ مین روز جمعہ تھی، اور بمصداق حدیث شریف فان غم علیکم

فاکملوا عدۃ ثلثین یوماً، مدینہ منورہ مین تینون مہینے ذیحجہ، محرم، صفر، ۳۰، ۳۰ دن کے شمار کئے گئے تھے۔

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل سرکار پٹیالہ، فیروزپور

دوشنبہ کے دن ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کی پہلی تاریخ ذیحجہ، محرم، صفر تینون مہینون مین سے دو مہینے ۲۹ دن کے ایک مہینہ ۳۰ دن کا لیا جائے تو ہوسکتی ہے، اس صورت مین علمی نقص اسمین یہ ہوگا کہ اہل ہیئت کی تاریخ یکم ربیع الاول سے دو روز پہلے ربیع الاول کا غرہ ماننا پڑیگا، حالانکہ عام طور پر رویت کے لحاظ سے قمری تاریخ اہل ہیئت کی تاریخ سے ایک روز بعد تو ہوجاتی ہے مگر دو روز پہلے کبھی نہین ہوتی، پس اگر اہل ہیئت کے خلاف کی پروا نہو تو آپ یکم یا ۸ لے سکتے ہین، اہل ہیئت کے حساب سے ثابت ہے کہ ماہ صفر سنہ ۱۱ھ کی پہلی تاریخ دوشنبہ کے دن تھی، منگل کے دن ۲۶ مئی سنہ ۶۳۲ع کو صفر سنہ ۱۱ھ کی ۳۰ تاریخ تھی اسلئے ۲۷ مئی سنہ ۶۳۲ع کو بدھ کے دن یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ہونی ضروری تھی،

اہل ہیئت کے حساب سے ثابت ہے کہ ۲۵ - مئی سنہ ۶۳۲ع کو دوشنبہ کے دن اجتماع نیرین ہوا تھا، ۲۶ مئی سنہ ۶۳۲ع کو منگل کے دن مدینہ منورہ کے وقت نصف النہار سے پہلے آفتاب اور چاند مین اس قدر فاصلہ سے زیادہ بُعد ہوچکا تھا کہ جسقدر بُعد چاند اور سورج مین ہلال نظر آنے کے لئے ہونا ضروری تھا، اسلئے ۲۷ مئی سنہ ۶۳۲ع کو بدھ (چہارشنبہ) کے دن یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کے ہونے مین کچھ شک نہین، بدھ کی پہلی کے حساب سے دوشنبہ کے دن ۶ ربیع الاول اور ۱۳ ربیع الاول آتی ہے، ۶ کی نسبت ۱۳ ربیع الاول اسلئے زیادہ قابل قبول ہے کہ ۱۳ ربیع الاول ۱۲ ربیع الاول مشہور عام سے قریب ترین تاریخ ہے، ایک تاریخ کا اختلاف کچھ اتنا بڑا اختلاف نہین معلوم ہوتا، خصوصاً جب یہ ظاہر کردیا جائے کہ ۹ ذیحجہ جمعہ کو اصل قرار دیکر ذیحجہ، محرم، صفر تینون مہینون کو ۲۹، ۲۹ کا لیا جائے، یا ۳۰، ۳۰ کا لیا جائے، یا بعض کو

۲۹ کا بعض کو ۳۰ کا تو کسی صورت مین بھی دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول نہین ہوسکتی، ۱۳ ہوسکتی ہے تو لوگون کو ۱۳ کے صحیح ماننے مین کچھ شک نہوگا -

مین نے ربیع الاول ۱۱ھ کا غرہ چہارشنبہ کے دن ہونا اجتماع نیرین کے وقت سے حساب کرکے استخراج کیا ہے، جو ماہ صفر ۱۱ھ مین ہلال ربیع الاول سے دو روز پہلے ہوا تھا، مین نے تاریخ ولادت سے حساب کرکے نہین لیا ہے، ہان ۲۱۰ سالہ دور قمری کے مطابق اسکی پڑتال ضرور کی ہے، اُس سے بھی چہارشنبہ کے دن ۱۱ھ کے ربیع الاول کا غرہ صحیح ثابت ہوا، دور قمری ۲۱۰ کے مطابق اہل حساب کے نزدیک ۲۱۰ سال قمری کے بعد ہر ایک قمری اتنے ہی دن کا ہوتا ہے جتنے دن کا ۲۱۰ سال پہلے ہوتا تھا اور وہ قمری مہینہ ہفتہ کے دنون مین سے اسی دن کو شروع ہوتا ہے جس دن کو ۲۱۰ سال پہلے شروع ہوتا تھا، اسی دور ۲۱۰ سال کے مطابق دورہائے مندرجہ ذیل مین ربیع الاول کا غرہ چہارشنبہ کے دن صحیح آتا ہے۔

۲۲۱ھ - ۲۳ فروری ۸۳۶ء - ۴۳۱ھ - ۲۱ نومبر ۱۰۳۹ء - ۶۴۱ھ - ۱۹ اگست ۱۲۴۳ء

۸۵۱ھ - ۱۰ مئی ۱۴۴۷ء - ۱۰۶۱ھ - ۱۲ فروری ۱۶۵۱ء - ۱۲۷۱ھ - ۲۲ نومبر ۱۸۵۴ء

مگر دوشنبہ کے دن یکم یا ۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہونے کا کسی خاص قاعدہ سے ثبوت نہین ملتا، سلیمان الیمنی جو دوشنبہ کے دن ۲ ربیع الاول فرماتے ہین، اُن کے حساب سے چار مہینے ذیقعدہ سے صفر تک متواتر ۲۹، ۲۹ دن کے ہوتے ہین، اگر آپ روایتی تاریخ لینا چاہتے ہین تو جن روایتون مین یکم یا ۸ ربیع الاول ہے ان مین سے جسکو مناسب خیال فرمائین پسند فرمالین، اس صورت مین ذیحجہ، محرم، صفر تینون مہینون مین سے ایک ۳۰ کا اور دو ۲۹، ۲۹ کے ہوتے ہین، اسلئے متواتر تین مہینے ۲۹-۲۹-۲۹ یا ۳۰ - ۳۰ دن کے ہونے ہین جو خرابی آپ خیال فرماتے ہین وہ بھی نہین ہوگی، اسلئے سہیلی کا قول دوشنبہ کے دن یکم ربیع الاول ہونے کا دوشنبہ کے دن ۲ کے قول سے بہتر ہے، ۱۲ ربیع الاول مشہور تاریخ کے مطابق دوشنبہ کے دن کسی طرح سے بھی نہوسکتا، اور حساب سے ۱۳ ربیع الاول کو دوشنبہ ہونا ثابت کرکے تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ہی صحیح قرار دیئے جانے مین مسلمانون کو کوئی اعتراض ہوسکتا ہے نہ مخالفین اسلام کو۔

مسئلہ زر

(۱)

ازجناب مقبول احمد صاحب رئیس سندیلہ

(محترم مضمون نگار نے اس فن کی کتابون کا ایک مدت تک مطالعہ کیا ہے، اور وہ ان مسائل مین عالمانہ حیثیت رکھتے ہین، لیکن چونکہ ابھی ہماری زبان مین ان مسائل کے ادا کرنے کے لئے الفاظ پیدا نہین ہوئے، اسلئے شاید ناظرین کو اسکی جدت نامانوس معلوم ہو، لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اور مضامین تو علمی تفریح دماغی کے کام کے ہوتے ہین اور یہ خالص "پیٹ" کا مسئلہ ہے، اگر شکم سیری نہین تو دماغ کیا خاک کام کرے گا)

قانون ارتقاء کے مطابق روپیہ کو بھی مثل دوسری چیزون کے مختلف مدارج ترقی طے کرنا پڑا ہے اور اب اسکی موجودہ صورت انسان کے تدریجی ارتقاء کا نمونہ ہے، اسکی قدیم سرگذشت نہایت دلچسپ ہے، جسوقت انسان اپنی ابتدائی حالت مین تھا اور ضروریات زندگی کے لئے بہت اشیا کا محتاج تھا، خوراک کے واسطے شکار کئے ہوئے جانور اور درختونکے پھل ستر پوشی کے لئے درختونکے پتے اور کھال کافی تھی، اسوقت روپیہ کا کام کھال اور سمور سے لیتا تھا اور وہی ذریعہ مبادلہ تھا، دوسرے دور ترقی مین جب انسان چراگاہون مین رہنے لگا تو ذریعہ مبادلہ مویشی اور بعض وقت غلام قرار پائے، بعض اوقات زیور، ہاتھی دانت، غلہ، تیل، تمباکو، خشک مچھلی، نمک، سوتی کپڑے، اور قرص چائے نے روپیہ کا کام دیا، اور یہ سب باوقات مختلف ذریعہ مبادلہ قرار پائے جب انسانی ضرورتون مین اضافہ ہوا اور خواہشین بڑھنے لگین تو "مبادلہ الجنس بالجنس" BARTER کی مشکلات روزمرہ کے کاروبار مین سد راہ ہونے لگین ان مشکلات کا ذکر بھی

اس مضمون کی وضاحت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے "مبادلہ الجنس بالجنس" کے تین اہم نقائص
(۱) عدم مطابقت ضروریات، (۲) فقدان معیار نرخ (۳) دقّتِ تسہیم اشیاء،

(۱) عدم مطابقت ضروریات، ایسے دو شخصون کا ملنا دشوار ہوتا تھا جنکی اشیاء مبادلہ ایک دوسرے کی ضرورتون کی کفیل ہو جائین، مثلاً ایک درزی کے پاس ایک کوٹ ہے اور اسکو جوتے کی ضرورت ہے، ایسے شخص کی تلاش مین دقت ہوگی جس کو جوتے کے علٰحدہ کرنے کی ضرورت ہو اور اسی کے ساتھ کوٹ بھی خریدنا چاہتا ہو،

(۲) فقدانِ معیارِ نرخ، دوسری دقت یہ تھی کہ اشیاء کا باہم مبادلہ کس نرخ سے کیا جائے، مثلاً اگر اسی درزی کو کوٹ کے معاوضہ مین روٹی یا گھوڑے کی ضرورت ہوتی اور اسکو دوسرا شخص روٹی اور گھوڑا دینے والا مل بھی جاتا تو یہ دقت پیش آتی تھی کہ انکے تبادلہ کا نرخ کس حساب سے مقرر کیا جائے کتنی روٹیان اسکو کوٹ کے معاوضہ مین ملنا چاہئے تھین یا کے کوٹ وہ گھوڑا خریدنے کے واسطے دیتا، ہر مرتبہ مختلف اشیاء کے لئے مختلف معیار قیمت قائم کرنے کے لئے قائم کرنا پڑتے تھے اور نہ کوئی باضابطہ نرخ نامہ تھا نہ قیمت مروجہ،

(۳) دقّتِ تسہیم اشیاء، اشیائے مبادلہ کی تقسیم مین دقت پیش آتی تھی، بعض اشیاء کے حصے ہو سکتے ہین، جیسے گھی، کپڑا وغیرہ، جانور اور سلے ہوئے کپڑون کی تقسیم غیر ممکن ہے، اگر کوٹ تقسیم کیا جائے تو اسکی قیمت کیا باقی رہے گی اور گھوڑے کی تقسیم کا تو خیال ہی بیکار ہے، ان دقتون کو محسوس کر کے انسان نے ایسی چیز تلاش کی جو ہر چیز کے مبادلہ مین بآسانی قبول کر لیجائے اور وہ سونا اور چاندی تھی، مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ بہ اختلاف زمانہ مختلف اشیاء آلہ مبادلہ قرار پاتی رہین، اسلئے کسی خاص چیز پر روپیہ یا زر کا اطلاق نہین ہو سکتا ہے، جیسا کہ عام طور پر سونے اور چاندی کے سکون کی بابت خیال کیا جاتا ہے، یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زر کیا ہے، روپیہ کی تعریف

...ماہرین فن مین بہت اختلاف ہے، اور ہر شخص نے اپنے نظریہ کو مد نظر رکھکر اسکی تعریف ... ہم امریکہ کے مشہور و ممتاز ماہر اقتصادیات واکر کی تعریف کو واضح اور جامع سمجھکر درج کرتے ہین "وہ شے جو ادائے قرضہ، وادائے قیمت اشیاء کے لئے بلا رکاوٹ دست بدست کسی ملک ... باشندون مین منتقل ہوتی رہتی ہے، اور جو بلالحاظ چال چلن "و اعتبار ادا کنندہ قبول کی جاتی ہے ... بکے لینے والے کا ارادہ اپنی طرف سے سوائے ادائے قرضہ و ادائے قیمت اشیاء، اور کسی ... مین نہ صرف کرنے کا، نہ استعمال کرنے کا، نہ فائدہ اُٹھانے کا ہو، روپیہ یا زر کہلاتی ہے" ہم نے ... بیان کیا ہے کہ انسان نے ایسی چیز تلاش کی جو مبادلہ مین بہ آسانی قبول کر لیجائے اور مبادلہ ... بالجنس کی زحمت نہ باقی رہے اور وہ سونا اور چاندی تھی (سونے، چاندی یا اور کسی دھات کا ... فلزاتی کہلاتا ہے) اب ہم یہ بیان کرتے ہین کہ ایسی چیز کے کیا خواص ہونا چاہئین اور کیا ... چاندی اس معیار پر پورا اوترتا ہے، ایسی چیز کے سات خواص مقرر کئے گئے ہین اور وہ حسب ذیل ہین

(۱) قدر ذاتی، پہلی خاصیت یہ ہے کہ اس مین قدر ذاتی موجود ہوتا کہ وہ آلہ مبادلہ[۱]، معیار قدر[۲] ... خزینۃ القدر ہو سکے، جس چیز مین قدر ذاتی ہوگی اسکی مانگ بہت ہوگی وہ بآسانی مبادلہ مین قبول کیجائیگی گذشتہ ... صدی سے سونے اور چاندی کی مانگ اقوام و ممالک متمدنہ مین رہتی ہے، اسلئے ان مین قدر ذاتی ... موجود ہے، اور بآسانی مبادلہ مین قبول کیجاتی ہین، اور اپنی قدر ذاتی کی وجہ سے نہ حکماً و جبراً آلہ مبادلہ ... معیار قدر و خزینۃ القدر قرار پائی ہے۔

(۲) ثبات قدر۔ دوسری خاصیت یہ ہونا چاہئے کہ اسمین ثبات قدر ہو، زر فلزاتی کی قدر لازمی طور پر ... کی رسد کے تناسب سے نہین گھٹتی بڑھتی ہے، اگرچہ یہ ضروری ہے کہ جو شئے مستعمل ہو وہ خود قیمتی ہو، ... دستیاب ہوتی ہو، اور اسکے حصول مین قریب قریب اتنا ہی صرف ہو جاتا ہو جسقدر کہ اسکی قیمت

[۱] ... [۲] ... انکی تفصیل افعال زر کی بحث مین آئیگی۔

مبادلہ ہے، سونے مین یہ خصوصیات بدرجۂ اولیٰ موجود ہین، سونے کی قیمت مین رسد کی وجہ سے کمی بیشی ہوئی ہے
لیکن ایسی نہین ہوئی کہ اسکی قیمت مبادلہ ہی مین فرق سوائے دو موقعون کے ہوا ہو، پہلا موقع وہ تھا جب
امریکہ مین سولہوین صدی مین کان سے سونا نکالا گیا، اور دوسرا موقع ۱۸۴۹ء مین کیلیفورنیا کی کان سے
سونا نکلنے کا تھا، ان دونون موقعون پر جو کمی بیشی سونے کی قیمت مین ہوئی، اسکا سبب یہ تھا کہ ان موقعون
مین سونے کی مقدار دنیا مین نسبتہً کم موجود تھی، سنین مابعد مین اگرچہ رسد زیادہ ہوئی مگر بازار مین قیمت مبادلہ پر
اسقدر اثر نہین ہوا، کیونکہ موجودہ مقدار کا تناسب فراہم شدہ مقدار کے مقابلہ مین کم نہ تھا، ثبات قیمت کے
واسطے یہ نہایت ضروری شرط ہے کہ اسکی رسد مین غیر معمولی کمی بیشی نہو، سونے مین ثبات قیمت اسلئے ہے کہ
ہر سال اسکی مقدار مین کثیر اضافہ نہین ہو سکتا ہے، اور موجودہ مقدار مین بوجہ دیرپا ہونیکے کمی نہین ہوتی ہے۔

(۳) **یک جنسی و سہام پذیری** - یک جنسی کا مفہوم یہ ہے کہ ایک تولہ خالص سونے کی قیمت مبادلہ
جو کیلیفورنیا کی کان سے نکلا ہے، جنوبی افریقہ اور ہندوستان کی نکلی ہوئی ایک تولہ خالص سونے کے
برابر ہو، اور مختلف کانون کا نکلا ہوا خالص سونا اگر ملا دیا جاے تو بھی اسکی قیمت مبادلہ مین کوئی فرق نہ آئے

سہام پذیری سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک تولہ سونے کے لئے کئی حصہ کئے جائین تو ہر حصہ کی ثمن
باعتبار وزن کم و بیش ہوگی، اور جسوقت یہ سب حصہ گلا کر ملا دیئے جائین اور ایک ہو جائین تو ایک
ہی تولہ سونا ہو اور ثمن بھی وہی رہے، اگر کسی اور قیمتی چیز کے حصے کئے جائین جیسے کہ ہیرا، تو ہر ٹکڑے کی قیمت
گھٹتی جائیگی، اور سب مل کر اصل ہیرے کی قیمت کے برابر نہوگی، اور نہ سب مل کر ایک ہیرا ہوگا۔

(۴) لازوالی - جو شے زر کے مصرف مین آئے اسکا دیرپا ہونا لازمی ہے، غلہ مین گھن لگ جاتا ہے
کافور اڑ جاتا ہے، لوہے کو زنگ کھا جاتا ہے، لیکن سونا عرصہ تک ایک حالت پر رہتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ہندوستان کی گذشتہ اسلامی تعلیم گاہین

(۴)

مدارس دکن

ہندوستان کے جس گوشہ مین مسلمانون کا قدم پہنچا اور اسلامی حکومتین سایہ گستر ہوئین، تاریخ
شاہد ہے کہ اس کا ذرہ ذرہ علمی ترقیون کے آب و تاب سے چمک اٹھا، ابتک مین نے شمالی ہند کے
مدارس و مکاتب کے حالات لکھے جس سے ہر شخص پر واضح ہوگیا ہوگا کہ مسلمانون نے اپنے عہد حکومت
مین ہندوستان کی تعلیمی ترقی کے لیے کیسی زبردست کوششین کی ہین، اب مین جنوبی ہند کی طرف متوجہ
ہوتا ہون اور وہان کی تعلیمی ترقیون کے متعلق جو کچھ بھی تاریخی معلومات فراہم ہو سکے ان کو پیش کرتا ہون،

بدر

یہ مدرسہ نہ صرف دکن کی عمارات و آثار قدیمہ بلکہ ہندوستان کی علمی تاریخ مین ہمیشہ عظمت کیساتھ
یاد کیا گیا ہے اس مدرسہ کا بانی محمد شاہ بہمنی کا مشہور علم پرور وزیر خواجہ جہان محمود گاوان ہے،
اس کی عمارت اب تک قائم ہے اور سیاحان عالم کے لئے مایۂ عبرت ہے، گو اسکے بعض حصے منہدم ہو
گئے ہین لیکن اسکی شان و شوکت وسعت و استحکام کی پوری ہیئت آج بھی دیکھنے والے کو بیک نظر
معلوم ہو جاتی ہے، یہ مدرسہ فراز کوہ پر قائم کیا گیا تھا، عمارت کا طول شرقاً و غرباً (۵۰)، اور عرض شمالاً و
جنوباً (۵۵) گز ہے، مدرسہ کے سامنے دو بلند مینار تھے جن مین سے ایک مینار ابھی تک موجود
ہے، اسکی بلندی سو فٹ کی ہے، صحن مدرسہ مین مسجد تھی، اور ہر چہار طرف مسلسل وسیع حجرے
طلبا و علماء کی اقامت کے لئے بنے ہوئے تھے جو طلبا مدرسے مین رہتے تھے انکے مصارف

قیام وطعام وقف سے دئے جاتے تھے، مدرسہ کیلئے دور سے نلون کے ذریعہ سے آبرسانی کا سامان کیا گیا تھا، الغرض تمام ہندوستان مین اس سے زیادہ عظیم الشان اور وسیع سلسلۂ عمارت درسگاہ کیل[illegible] کبھی اور کسی دور مین نہین بنا،

محمود گاوان کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسکی وفات کے بعد اسکے مکان سے بروایت حدیقۃ الاقالیم مصنفہ میر تقی حسن پینتیس۳۵ ہزار کتابین مختلف علوم وفنون کی نکلین، مدرسہ مذکور کی تاریخ بنا اس عہد کے ایک شاعر سامعی نے آیت ربنا تقبل منا سے نکالی اور اسکو اس طرح ایک رباعی مین جگہ دی ہے،

این مدرسہ رفیع محمود بنا | چون کعبہ شدہ است قبلۂ اہل صفا

آثار قبول بین کہ شد تاریخش | از آیت ربنا تقبل منا

گلبرگہ

احمد شاہ بہمنی نے اپنے پیر سید محمود گیسو دراز کے لئے گلبرگہ کے مضافات مین کسی مقام پر مدرسہ قائم کیا صحیح طور پر مقام کی تعین نہین ہوئی نرندر ناتھ لانے اپنی کتاب مین اس مدرسہ کا تذکرہ کیا ہے اور سنہ بنا ۱۴۴۳ء لکھا ہے، چونکہ احمد شاہ بہمنی پیر مذکور رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اسلئے روایت کا صحیح و درست ہونا ممکن ہے مگر یہ ضرور ہے کہ یہ مدرسہ خانقاہی مدرسون کے انداز پر ہوگا،

گولکنڈہ

مصنف آثار خیر بحوالہ تاریخ ہند شمس العلما مولوی ذکاء اللہ لکھتا ہے کہ ابراہیم قطب شاہ والی گولکنڈہ نے اپنے دار الخلافت مین کئی مدرسے تعمیر کرائے تھے،

چہار مینار (حیدر آباد)

محمد قلی قطب شاہ گولکنڈہ نے خاص حیدر آباد مین متعدد مدرسے قائم کئے تاریخ عزیز دکن سے

[illegible]علوم ہوتا ہے کہ چہار مینار کا سال بنا ۹۹۶ھ ہے، اسمین ایک بہت بڑا مدرسہ تھا، تھیونوٹ سیاح نے سفرنامہ مین اسکے حالات لکھے ہین اور اسکی بڑی تعریف کی ہے،

قطب شاہ علوم وفنون کا مربی اور اشاعت تعلیم کا بہت بڑا حامی تھا، تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے حدود مملکت مین بکثرت مدارس قائم کئے، ایک یورپین مصنف شائرل اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ

اس نے جنوبی ہند مین ابتدائی مدارس بکثرت قائم کئے، لڑکے ان مدارس مین بنچون پر بیٹھتے ہین اور نرکل سے چینی کاغذ پر لکھتے ہین جو بہت چکنے مگر صفائی مین یورپین کاغذ سے کم رتبہ ہوتے ہین،

مدارس یتامیٰ

محمود شاہ جو خاندان بہمنیہ کا مشہور ومعروف فرمانروا گذرا ہے، اس نے اپنے حدود مملکت مین یتامیٰ کے لئے بکثرت مدرسے قائم کئے، تعلیم کے لئے مشہور مدرسین کو جمع کیا، تمام اخراجات تعلیم شاہی خزانے سے ملتے تھے، یہ بہت بڑا شائق علوم اور عالم دوست بادشاہ گذرا ہے، وہ خود بھی بڑا لائق وفاضل اور فلسفہ وحکمت مین ماہر تھا، اسی بنا پر رعایا نے اسکو "ارسطو" کا لقب دیا تھا، چھوٹے مقامات کو چھوڑ کر اسکی مملکت کے بڑے مقامات جہان مدارس یتامیٰ قائم تھے یہ ہین:

گلبرگہ، بدر، قندہار، الچھپور، دولت آباد، چاول، داہل، خیبر،

اسکی نسبت فرشتہ لکھتا ہے،

وجہت محدثان اخبار حضرت نبوی صلعم در شہر ہائے کلان وظائف مقرر کردہ ودر تعظیم ایشان میکوشید، ونابینایان را مشاہرہ دادہ تفقد حال ایشان می کرد،

بیجاپور

تاریخ دکن سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد عادل شاہ کے زمانہ مین آثار شریف اور جامع مسجد بیجاپور
مین دو دو مدرسے عربی ایک فارسی اور کئی مکتب تعلیم قرآن کے لئے جاری تھے، یہان غریب طلبا کو
کھانا اور جیب خرچ کے لئے ماہوار فی کس ایک ایک ہون ملتا تھا، اختتام سال پر ذی الحجہ کے
مہینہ مین امتحان ہوتا تھا، امتحان کے بعد انعامات تقسیم ہوتے تھے، اور فارغ التحصیل طلبا کو حسب
قابلیت واستعداد سرکاری نوکریان ملتی تھین،

انکے علاوہ تمام ممالک محروسہ کی بڑی مسجدون مین مدرسے قائم تھے، جنمین طلبا کے اخراجات
کی کفالت حکومت کی طرف سے کیجاتی تھی، (آثار خیر)

احمد نگر

برہان نظام شاہ نے شیعی مذہب قبول کیا، اور ترویج شیعیت کے لئے مختلف طریقے اختیار
کئے، منجملہ انکے ایک مدرسہ اثنا عشری کا قیام بھی ہے، جسکی عمارت اُس نے خاص قلعہ احمد نگر کے
مقابل بنوائی تھی، اُسکے قریب ایک لنگر خانہ بنام لنگر دروازہ امام قائم کیا، اور اس مدرسہ و لنگر خانہ
کے مصارف کے لئے متعدد گاؤن جونپور، سنور، اسیاپور وغیرہ وقف کئے۔

مصنف آثار خیر کا بیان[1] ہے کہ نظام شاہ نے احمد نگر مین ایک اور مدرسہ بغداد نامی قائم کیا تھا،

برہان پور

دریاے تاپتی کے ساحل پر ایک مدرسہ واقع تھا، سلاطین خاندیس مین سے کوئی سلطان اس
مدرسہ کا بانی ہوا ہے، نام کی تصریح نہین مل سکی، اور ہنٹیل انویل کے مصنف نے ۱۸۲۰ء مین اس

[1] مصنف نے یہان ساتھ ساتھ اس مسجد کا بھی ذکر کیا ہے جو شاہ حسین نظام شاہ کے عہد مین عمارت بغداد کے متصل قاضی بیگ طہرانی کے
زیر اہتمام تیار ہوئی تھی، حاشیہ پر حوالہ فرشتہ کا دیا ہے، بے شبہہ فرشتہ مین بغداد نامی عمارت واقعہ قلعہ احمد نگر کا ذکر تو ہے لیکن مجھ کو اسکی تصریح نہین ملی کہ یہ مدرسہ

کے آثار کو دیکھا تھا اور اُسکا تذکرہ بہت شاندار الفاظ مین کیا ہے،

دولت آباد

یہ مدرسہ بھی سلاطین خاندیس مین سے کسیکی علمی و تعلیمی دلچسپیون کا نتیجہ ہے، افسوس ہو کہ اسکے
بانی کے نام کی تصریح مجھکو نہ مل سکی، شیخ ضیاء الدین اور شیخ برہان الدین اس مدرسہ کے مدرسین تھے

مدرسہ مدراس

نواب والاجاہ (مدراس) نے مولانا بحر العلوم کی شہرت سُن کر انکو اپنے ہان بُلوایا، علم پرستی کا
یہ ... کہ جب مولانا مدراس کے قریب پہنچے تو اپنے ارکان خاندان، اعیان دولت اور وزراء
کو استقبال کے لئے بھیجا، مولانا جب دربار مین پہنچے تو خود تخت سے اُتر پڑا اور مولانا کو اُسپر جگہ دی،
والاجاہ نے محل شاہی سے متصل ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کرکے مولانا کو صدر مدرس مقرر کیا
... مدت تک مولانا مشغول تعلیم و تدریس رہے، شمالی ہند مولانا کو بحر العلوم کے لقب سے جانتا ہے
جنوبی ہند بالخصوص علاقہ مدراس صرف اس لقب سے پہچانتا ہے، جو والاجاہ نے دیا تھا یعنی ملک العلماء،

مدارس مالوہ

سلطان محمود خلجی حکومت مالوہ کا وہ مشہور و معروف فرمانروا ہے، جو بہترین مدبر و ناظم حکومت ہونیکے
... علوم و فنون کا شائق، تعلیم کا دلدادہ، علماء و فضلاء کا پرستار، اور طلباے علوم کا ملجا و ماوی تھا،
... مین سریر آراے حکومت ہوا، اُس نے اپنے حدود حکومت مین بکثرت مدارس و مکاتب
... علماء و فضلاء کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کیا، اور اُنکی ہر طرح ہمت افزائی کی جس سے اس
... مین علم و فن کی یہ گرم بازاری ہوئی کہ ملک مالوہ یونان ثانی کہلانے لگا، مصنف ماثر رحیمی لکھتا ہے،

چون سلطنت باو قرار گرفت در تربیت علما و فضلا کوشید و مدارس ساختہ زر باطراف و
اکناف عالم فرستاد، و مستعدان را طلب داشت و بالجملہ بلاد مالوہ در زمان او یونان ثانی گشت،

(ماثر رحیمی ...)

سلطان محمود نے جب ۸۴۶ھ مین چتوڑ کی طرف لشکر آرائی کی ہے تو ان اطراف مین بکثرت مدارس و مساجد قائم کئے ہین، ماثر رحیمی مین لکھا ہے،

و بجانب چتوڑ نہضت نمودند از آب بہم عبور نمودہ تبخانہا ے آنولائت را خراب نمودہ مساجد و مدارس ساخت (جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

اسی سنہ مین اس مہم سے واپس آکر خاص پائگاہ و دولت مالوہ، شادی آباد (مندو) مین سلطان محمود نے جامع مسجد ہوشنگشاہی کے مقابل ایک بہت عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد ڈالی ہے، ماثر رحیمی ان الفاظ مین تذکرہ کرتا ہے،

و سلطان محمود بشادی آباد آمد در ذی الحجہ سال مذکور مدرسہ و منارہ ہفت منظر در محاذی مسجد جامع ہوشنگشاہی طرح نمود، (صفحہ ۱۳۳)

سارنگ پور

محمود خلجی کا بنوایا ہوا ایک مدرسہ سارنگ پور مین بھی تھا، اُسکی شکستہ عمارت کے آثار ابتک باقی ہین، کتبہ بھی تھا، جسکا پتھر ٹوٹ گیا، اور بیچ کی عبارت تلف ہوگئی، جسقدر باقی ہے وہ یہ ہے،

بنا ر ہذا المدرسہ فی عہد السلطان الاعظم معین الدنیا والدین محمود شاہ الخلجی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ - فی عمل ملک مدار یکان، الثانی والعشرین من شہر ربیع الاول سنتہ سبع و تسعین و ثمان مائۃ (آثار خیر)

اسی محمود خلجی کے بیٹے سلطان غیاث الدین کو عورتون کی تعلیم سے بڑی دلچسپی تھی، اُس نے دربار عام کی طرح اپنے محل سرا مین بھی ایک شاہی دربار قائم کیا تھا، جسمین عورتین ان تمام مناصب کے فرائض انجام دیتی تھین جو مرد انجام دیتے ہین، جیسے امیر الامرائی، وزارت، وکالت، سر جامہداری اور خزانہ داری وغیرہ، لیکن ان چیزون کو چھوڑکر خاص طور پر قابل تذکرہ چیزین یہ ہین جنکا بیان فرشتہ ان الفاظ مین کرتا ہے،

و ہمچنین کنیزان را صناعت و ہنرہا کہ در جہان شائع و متعارف است بیاموخت، چنانچہ بعضی را رقاصی و خوانندگی و سازندہ و مزبارگی تعلیم فرمودہ و بعضی را زرگری و آہنگری و مخمل بافی و تیرگری و کمان گری و کوزہ گری و جامہ بافی و خیاطی و ترکش دوزی و کفش دوزی و نجاری و کشتی گیری و شعبدہ بازی و اقسام ہنرہا کہ تفصیل آن موجب تطویل است یاد داد،

اسی طرح اُس نے عورتون کی ایک فوج بھی مرتب کی اور اُنکو فن سپہگری کی ضروری تعلیم دی، فرشتہ لکھتا ہے

کہ پانصد کنیز ترک را لباس مردان پوشانیدہ تیر اندازی و نیزہ وری بیاموخت و ایشان را سپاہ ترک نامیدہ در میمنہ خود جاے داد تا نیزہا در دست گرفتہ ترکش بر میان بستہ بایستند و پانصد کنیز حبشی را از لباس زنان بر آوردہ تفنگ اندازی و شمشیر بازی تعلیم کردہ میسرہ با ایشان حوالہ نمود،

غرض اسطرح عورتون کی تعلیم و تربیت کے لئے اُس نے اتنے سامان بہم پہنچاے اور اتنی عورتین جمع کین کہ ایک اچھا خاصہ عورتون کا شہر ہی آباد ہوگیا، اُسکے محلسرا مین بہت سی عورتین حافظات قرآن تھین، بعض کتابون مین انکی تعداد ستر (۷۰) ہے، لیکن فرشتہ ایکہزار لکھتا ہے،

و ہزار کنیزک حافظ قرآن مجید در حرم داشت با ایشان فرمودہ کہ ہنگام تغیر لباس باتفاق قرآن مجید ختم کردہ بر دمی دمیدہ باشند،

لیکن یہ جو کچھ تھا اسکا محرک انسانیت کے شریک کار جنس لطیف کی تعلیم و تربیت کا خیال تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ طبقہ جاہل اور معطل رکھا جائے تو انسانی ترقی کسی طرح تکمیل کو نہین پہنچ سکتی ورنہ سلطان اپنی سیرت و اخلاق کے لحاظ سے ایک شب زندہ دار زاہد خشک اور خدا ترس بادشاہ تھا فرشتہ لکھتا ہے،

چون یک پاس از شب ماندے کمر بر بندگی جہان آفرین لبستہ باداے لوازم عبادت پرداختے وجبین عجز وانکسار بر زمین نیاز سودہ مطالب و مآرب خود از درگاہ احدیت دریوزہ کردے وباہل حرم نیز مبالغہ فرمودہ بود کہ جہت نماز تہجد اورا بیدار کردہ باشند وعند الاحتیاج آب برروے اُو می پاشیدہ باشند واگر در خواب گران باشد بزور بجنبانند واگر بازہم بیدار نشود دستش گرفتہ برخیزانند ونیز بانزدیکان فرمودہ بود کہ در وقت عشرت ومشغولی بسخنان دنیا ہرچہ کہ اسم کفن بزنہادہ بودند بنظرش می آوردند تا متنبہ شدہ عبرت گرفتہ از مجلس برمیخواست، وتجدید وضو کردہ باستغفار وتوبہ وانابت می پرداخت ودر مجلس اُو اصلا نامشروع وانچہ غم آوردمی گفتند وبمسکرات ہرگز رغبت نمی نمود،

غور کرو اس طرز زندگی کا انسان کسدرجہ زاہد مزاج اور خداترس ہوگا، آج ان اخلاق کا مجموعہ انسان بادشاہون مین تو کیا گدا اُن مین بھی ہزار دو ہزار مین ایک آدھ ہی ملسکتا ہے،

ظفر آباد

سلطان غیاث الدین خلجی نے ایک مدرسہ ظفر آباد نعلچہ مین تعمیر کرایا تھا، جو سلطان محمود ثانی کے عہد حکومت تک قائم تھا، (اثار خیر)

صوبہ مالوہ کی اسلامی تعلیمی یادگارون مین اجین کا مدرسہ بھی قابل ذکر ہے، جسکے بانی کی تصریح نہین مل سکی، اس مدرسہ کی شکستہ عمارت گذشتہ صدی تک باقی تھی، مصنف تزک[1] افغانی اُس کی نسبت لکھتا ہے کہ

یہان ایک مدرسہ عالیشان بادشاہی تھا اسکے حجرات جو اتبک باقی ہین ان مین راقم نے بیل بندہے ہوے دیکھے اور مدرسے ملحق مسجد مین گھانس بھری ہوئی پائی، (اثار خیر)

[1] ۱۲۹۰ھ کی تالیف ہے،

مدارس ملتان واچہ

مدرسہ فیروزی

اچہ مین اس نام کا ایک مدرسہ تھا، یہ معلوم نہین کہ اسکا بانی کون تھا اور یہ کب قائم ہوا اتنا معلوم ہے کہ ناصر الدین قباچہ کے عہد مین یعنی چھٹی صدی مین یہ مدرسہ موجود تھا، چنانچہ مصنف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ اس مدرسہ کا انتظام وانصرام ناصر الدین نے ۶۲۴ھ مین میرے سپرد کیا، اسکے الفاظ یہ ہین،

ودرین سال (یعنی اربع وعشرین وستمائتہ) درماہ ذی الحجہ مدرسہ فیروزی اچہ حوالہ این داعی شد، (صفحہ ۱۴۲ مطبعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

اسی ناصر الدین قباچہ نے جو ایک طویل مدت تک قطب الدین ایبک کی طرف سے مملکت ملتان واچہ کا والی رہا، اپنے ایام حکومت مین جب مولانا قطب الدین کاشانی وارد ملتان ہوے تو ایک مدرسہ قائم کیا جسمین مدتون تک مولانا مشغول تعلیم وتدریس رہے، فرشتہ لکھتا ہے،

چون مولانا قطب الدین کاشانی از ماوراء النہر بملتان رسیدہ شاہ ناصر الدین قباچہ دلی ملتان سراے با مدرسہ براے او بنا نمود، ومولانا کہ علامۂ روزگار بودند باملاء دران مدرسہ نماز گزاردہ بدرس گفتن بہ پرداخت، (فرشتہ ذکر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی)

سلاطین ملتان مین سے حسین شاہ لنکا علوم وفنون کا بہت بڑا مربی گذرا ہے، مصنفین وارباب فضل وکمال کا سرپرست ومددگار رہتا، ہمیشہ مالی اعانت اور مناصب ووظائف سے اُن کی ہمت افزائی وقدر کیا کرتا تھا، جسکے باعث اُسکے حدود حکومت مین فضلاء وارباب علم وفن کی بڑی کثرت وجمعیت ہوگئی تھی اور ملتان علمی حیثیت سے اپنے گرد وپیش کی حکومتون مین ممتاز تھا، شاہ حسین لنکا نے متعدد مدرسے قائم کئے، جنمین ممتاز ومشہور اساتذۂ وقت مشغول درس وتعلیم رہتے تھے۔

یہ واقعہ خاص طور پر قابل تذکرہ ہے کہ اُس نے اپنا ایک معتمد خاص گجرات اسلئے بھیجا تھا کہ وہان کی عمارتون کی نسبت تفصیلی اطلاع بہم پہنچائے، جب اس معتمد نے یہ اطلاع دی کہ شاہ حسین باایں ہمہ دولت گجرات جیسی عمارتین نہین بنوا سکتا تو اس سے بادشاہ بہت رنجیدہ ہوا لیکن وزیر سلطنت نے یہ کہکر تسلی دی کہ اگر گجرات کو اپنی عمارتون پر ناز ہے تو ملتان کو اپنے علم و فن پر فخر ہے فرشتہ لکھتا ہے،

چون قاضی از گجرات بملتان آمدہ بعد از اداے رسالت خواست کہ شمہ از خوبیہاے منازل شاہان گجرات معروض دارد پس گفت کہ زبان در بیان توصیف آن عمارات لال است لیکن گستاخی نمودہ بعرض میرسانم کہ اگر محصول یکسالہ تمام مملکت ملتان بتعمیر مثل قصرے ازان قصور خرج شود معلوم نیست کہ باتمام رسد، سلطان از شنیدن این سخن مغموم و محزون گشت، عماد الملک تولک کہ شغل وزارت باو تفویض بود قدم جرأت پیش نہادہ معروض داشت کہ بقاے ملک تاقیامت مقرون باد، سبب حزن معلوم نیست، گفت باعث حزن اینست کہ لفظ شاہی برمن اطلاق نمودہ اند و از معنی شاہی محروم و باوجود آن حشر من روز قیامت بہ بادشاہان خواہد بود، عماد الملک تولک گفت، خاطر شاہ ازین رہگذر رنگدر و ملول نباشد زیرا کہ حق سبحانہ تعالے ہر مملکتے را بفضیلتے مخصوص ساختہ کہ آن در مملکت دیگر عزیز و محترم است، مملکت گجرات و دکن و مالوہ و بنگالہ اگرچہ زرخیز است و اسباب تنعم آنجا بر وجہ احسن می شود اما مملکت ملتان مردم خیز است چہ بزرگان ملتان ہرجا کہ رفتند معزز و محترم گشتند والحمد للہ والمنۃ کہ از طبقہ علیہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ذکریا قدس اللہ سرہ چندکس در ملتان حاضرند و از طبقہ علما مثل مولانا فتح اللہ شاگرد مولانا عزیز اللہ از خاک پاک ملتان مخلوق شدہ اند کہ اگر سندستان بوجود این عزیزان افتخار کند (جلد دوم ذکر سلطان حسین لنگا)

مدارس کشمیر

سلطان سکندر جسکا سال وفات ۸۱۹ھ ہے، کشمیر کا وہ علم پرور بادشاہ گذرا ہے، جسکے زمین ملک کشمیر علمی شان و شکوہ مین عراق و خراسان کا ہمسر بنگیا تھا، بادشاہ کی علمی قدر دانی و فیاضی نے اطراف و اکناف عالم کے علما کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا جسکا لازمی نتیجہ کشمیر کی تعلیمی و علمی ترقی تھا، افسوس ہے کوئی مفصل تاریخ پیش نظر نہین، جس سے تفصیلات حاصل کیجا سکین، البتہ فرشتہ نے اجمالاً یہ لکھا ہے اور شہادت کے لئے اتنا بھی کافی ہے،

وسلطان سکندر بمرتبۂ سخاوت داشت کہ از شنیدن آوازۂ آن دانشمندان عراق و خراسان و ماوراء النہر بملازمتش آمدند و علم و فضل و اسلام در مملکت کشمیر رواج تمام پیدا کردہ نمونۂ عراق و خراسان گردید،

شاہ از جملہ علما سید محمد نام عالمے را کہ سر آمد روزگار بود بسیار تعظیم می نمود و آداب دین از وے می آموخت،، (صفحہ ۳۴۱ جلد دوم ذکر سکندر)

سلطان زین العابدین جو ۸۲۶ھ مین تخت نشین حکومت ہوا، اس نے اپنے حسن تدبیر و مساعی جمیلہ سے سارے ملک کو ہر طرح کی دولت ترقی سے مالا مال کر دیا کشمیر مین حکومت کی طرف سے تاریخ نویسی کا ایک محکمہ قائم تھا چنانچہ سلطان زین العابدین کے زمانہ مین ایک ہندو مصنف کے قلم سے کشمیر کی مفصل تاریخ راج ترنگنی اسی محکمہ کے زیر اہتمام مرتب ہوئی، سلطان زین العابدین نے ایک محکمہ تراجم کا بھی قائم کیا تھا چنانچہ آئین اکبری مین لکھا ہے کہ

سلطان (زین العابدین) دانش منش و خرد پژوہ بود . . . . . وفراوان نامہ را از عربی و کشمیری و ہندی ترجمہ کرد (صفحہ ۵۸۰ جلد دوم)

گو مدارس کی نسبت کچھ تفصیلی معلومات نہین مل سکے، تاہم یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسا عالی دماغ

بادشاہ اشاعت تعلیم جیسی ضروری شئے کو نظر انداز کر گیا ہو اور اسکے لئے اس نے کوئی کوشش نہ کی ہو

حسین چک شاہ کشمیر نے سنہ ۹۷۰ھ مین ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا اور بڑے بڑے علما و فضلا کو جمع کرکے اشاعت علوم و فنون کی بڑی کوشش کی، یہ علم پرور بادشاہ اپنا زیادہ وقت علما و صلحا کی خدمت مین گذارتا تھا، جو مدرسہ اُس نے قائم کیا اُسکے مصارف اور علما کی اعانت کیلئے ایک پرگنہ زین پور نامی متعین کر دیا، فرشتہ لکھتا ہے،

"حسین چک مدرسہ بنا نمودہ با علما و صلحا آنجا صحبت میداشت و پرگنہ زین پور را بجاگیر این طائفہ مقرر کرد" (جلد دوم ذکر حسین شاہ کشمیر)

اکبری عہد حکومت مین شہنشاہ اکبر کی طرف سے حسین خان والی کشمیر مقرر ہوا، حسین خان علوم و فنون کا مربی و سرپرست تھا، اُس نے وہان متعدد مدرسے قائم کئے، اچھے اچھے اساتذۂ فن کو جمع کیا اور علما اور طلبا کے مصارف کے لئے ایک پرگنہ اسیاپور وقف کیا، (ماثر رحیمی)

مدارس گجرات

اسلامی عہد حکومت مین گجرات کی علمی و تعلیمی ترقیان بھی مخصوص حیثیت رکھتی ہین یہان مدارس اور تعلیم گاہین بکثرت تھین، اور اسکی خاص وجہ یہ تھی کہ یہان کے فرمانروا اکثر علم دوست و علم پرور گذرے،

مدرسہ سیف خان

مراۃ احمدی کا مصنف لکھتا ہے کہ محمد صفی صوبہ دار گجرات نے جسکا لقب سیف خان تھا احمد آباد مین قلعہ ارک کے پھاٹک کے سامنے ایک عظیم الشان و خوش منظر مدرسہ تعمیر کرایا، سال تعمیر سنہ ۱۰۳۲ھ تھا،

مدرسہ شیخ الاسلام

قاضی اکرم الدین خان المخاطب بہ شیخ الاسلام نے اپنے ذاتی مصارف سے احمد آباد مین ایک بہت عالیشان مدرسہ بنوایا جسکی تعمیر مین ایک لاکھ ۲۴ ہزار روپئے صرف ہوئے تھے، تعمیر کا آغاز سنہ ۱۱۰۲ھ

اور انجام سنہ ۱۱۱۱ھ مین ہوا، متصل دو کانون کے علاوہ دو گاؤن بھی وقف تھے، اس مدرسہ کے مشہور مدرس مولانا نور الدین گجراتی تھے،[۵۱]

مدرسہ سرخیز

سرخیز مین جہان شیخ احمد کھٹو کا مزار ہے، ایک بہت بڑا مدرسہ[۵۲] تھا، مزار کی عمارتین محمد شاہ نے تعمیر کی تھین، اور غالباً مدرسہ کی عمارت بھی، محمود شاہ و مظفر شاہ کے عہد حکومت مین فقیہ احسن العرب المدانجلی اس مدرسہ کے اساتذہ مین بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے،

مدرسہ وجیہ الدین

احمد آباد مین علامہ وجیہ الدین کا مدرسہ[۵۳] سب سے زیادہ مشہور ہے، اس مدرسہ مین طلبا کو وظائف بھی ملتے تھے، تقریباً ۶۰ سال تک علامہ ممدوح نے انہین تعلیم دی اور بعد وفات یہین پیوند زمین ہوئے، انکے بعد انکے فرزند رشید مولانا عبد اللہ جانشین ہوئے، صادق خان نام ایک امیر نے مدرسہ کی عمارت از سر نو تعمیر کی جسمین طلبہ کے رہنے کے واسطے مکانات بنوائے اور وظائف کا معقول انتظام کیا،

مدرسہ نہر والہ

شیخ حسام الدین ملتانی کے مزار کے متصل نہر والہ مین ایک مدرسہ[۵۴] تھا جسمین مولانا تاج الدین اور انکے فرزند رشید محمد بن تاج درس دیتے تھے، ان دونون بزرگون کا شمار اس زمانہ کے مشہور اساتذہ مین تھا،

مدرسہ تالاب خان سرور

نہر والہ مین خان سرور نام ایک تالاب بہت ہی خوش منظر سیر گاہ تھا، اسکے گرد و پیش عالیشان عمارتین تھین جسمین ایک مدرسہ[۵۵] بھی تھا، یہ معلوم نہین اسکا بانی کون تھا اور کس سنہ مین اسکی بنا ہوئی اس مدرسہ کے اساتذہ مین ایک نام مولانا قاسم بن محمد گجراتی کا ملتا ہے جو قطب الدین احمد شاہ کے زمانہ مین تھے،

[۵۱] مراۃ احمدی [۵۲] یاد ایام [۵۳] ایضاً [۵۴] ایضاً [۵۵] ایضاً،

مدرسہ عثمان پور

سابر ندی کے کنارہ ایک گاؤن تہا جسکو اُسکے بانی شیخ عثمان متوفی ۹۶۳ھ ہونے اپنے نام پر آباد کیا تہا، شیخ عثمان نے وہان ایک مدرسہ بھی قائم کیا، محمد شاہ گجراتی کو شیخ سے بڑی عقیدت تھی، شیخ نے مدرسہ کے لئے اس عقیدت سے مختلف فوائد حاصل کئے جمین سے یہ قابل ذکر ہے کہ طلبا کی تعلیم کے لئے شاہی کتبخانہ کی تمام کتابین حاصل کر کے وقف کر دین،

مدارس سورت

سید محمد بن عبد اللہ العید روس کے مزار کے پاس حاجی زاہد بیگ نے بزمانۂ تولیت شیخ جعفر صادق ۱۰۸۱ھ مین ایک مدرسہ تعمیر کیا جسمین زمانہ دراز تک علوم و فنون کی تعلیم ہوتی رہی،

سورت مین مرجان شامی کی مسجد ہمیشہ مدرسہ کا کام دیتی رہی، نواب ظفر یاب خان نے اپنے زمانہ مین مدرسہ کے واسطے ایک خاص عمارت تیار کی جسکی تکمیل حاجی میان نواب ممدوح کے پوتے کے وقت مین ہوئی

عالمگیر نے اپنے عہد حکومت مین ہندوستان کی ترقی کے لئے طرح طرح کی کوششین کین، مسٹر کین اپنی تاریخ مغل امپائر مین لکھتے ہین کہ

"اورنگ زیب نے زراعت کو بیحد ترقی دی اور اپنے حدود حکومت مین بیشمار مدارس و مکاتب قائم کئے"

عالمگیر تعلیم عام کا بیحد شائق تہا، چنانچہ اس نے ہر طرف مدارس قائم کرنیکے علاوہ جہان جہان معلمین و طلبا تھے اُنکے لئے بکثرت مدد معاش کی رقمین بطور وظائف تعلیمی مقرر کین چنانچہ مصنف ماثر عالمگیری لکھتا ہے،

دور جمیع بلاد و قصبات این کشور وسیع فضلا و مدرسان را بوظائف لائقہ از روزانہ و املاک موظف ساختہ برائی طلبۂ علوم وجوہ معیشت درخور حالت و استعداد مقرر فرمودہ بودند (صفحہ ۵۲۹)

دسی عالمگیر نے گجرات کے بوہرون کی تعلیم کے لئے وہان تعلیم کو لازمی و جبری قرار دیا، اسکے لئے بہترین اساتذہ مقرر کئے، ماہوار امتحانات کا طریقہ ایجاد کیا جسکے نتائج کی اطلاع اسکو برابر دیجاتی تھی۔

لی بان کا فلسفہ

از مولانا عبد السلام ندوی

(نظام اخلاق)

جماعت کے خصوصیات نفسانی اور اُنکے علل و اسباب سے قوم کا موروثی نظام اخلاق بالکل متاثر نہین ہوتا، بلکہ قوم خود موثرات جماعت مین ایک نہایت قوی موثر ہے، چنانچہ ہر شہر اور ہر ملک کی جماعتون مین جو اختلاف ہوتا ہے، وہ انہی قومی خصوصیات کے اختلاف کا نتیجہ ہے، جماعت جن موثرات قریبہ سے متاثر ہوتی ہے، اُن مین قومی الف و عادت کا بہت بڑا حصہ شامل ہوتا ہے، یورپ کا قوام عموماً اسپیکرون کی سحر بیانی سے اُبال کہا جاتا ہے، لیکن قدیم عرب اس سے نسبتہً بہت زیادہ متاثر ہوتا تھا، اور جدید فرانس اب بھی خطیبون کے اشارہ چشم و ابرو پر حرکت کرتا ہے، کیونکہ آتش مزاجی ان دونون ملکون کا قومی مایۂ خمیر ہے، پس قوم کا نظام اخلاق اور اُسکا سلسلۂ علل و اسباب جماعت سے بالکل مختلف ہے، اور اسکے علل و اسباب پر جن مختلف حیثیتون سے بحث کیجاسکتی ہے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) یہ نظام اخلاق کیونکر پیدا ہوتا ہے؟

(۲) اسمین تغیر و انقلاب ہوسکتا ہے یا نہین؟

(۳) اگر تغیر ہوسکتا ہے تو اُسکے اسباب کیا ہین؟

(۴) اخلاق پر تمدن کا اثر پڑتا ہے یا نہین؟

قومی نظام اخلاق کیونکر پیدا ہوتا ہے لیبان نے قومی نظام اخلاق کی تولید کے تین سبب بتائے ہین،

(۱) آبار و اجداد یعنی گذشتہ سلسلہ خاندان کا اثر،

(۲) مان باپ کا اثر،

(۳) ملک، جغرافیانہ حدود، آب وہوا، اور گرد و پیش کی چیزون کا اثر،

اگرچہ

"بعض لوگون نے اُن تمام اسباب مین اِسی تیسرے سبب کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے"،

لیکن لیبان کا ذاتی خیال یہ ہے کہ

"وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کا موثر ہے، ملک، آب وہوا، اور ان تمام مادی اور روحانی چیزون کا اثر جوانکے تحت مین داخل ہین، انسان کی تمام زندگی بالخصوص زمانۂ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہے، البتہ انکا مستقل اثر اسوقت ظاہر ہوتا ہے، جب ایک ہی قسم کی آب وہوا مین انسان کی متعدد نسلین گذر جاتی ہین"،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قومی نظام اخلاق کی تولید کا سب سے زیادہ موثر سبب خاندانی اثر ہے اور آب وہوا اور جغرافیانہ حالات

"کا اثر در حقیقت سلسلہ خاندان ہی کے ذریعہ سے انسان کے رگ و پے مین سرایت کرتا ہے ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین، اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین صرف اپنی قوم کا فرزند ہے"،

کسی علت کے ضعف وقوت کا صحیح معیار یہ ہے کہ یہ پتہ لگایا جائے کہ وہ کن چیزون پر اثر کرتی ہے اور کیونکر کرتی ہے؟ اگر اسکا اثر صرف ضعیف چیزون تک محدود رہتا ہے، اور قوی چیزین اُس سے متاثر نہین ہوتین تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسمین خود کوئی غیر معمولی طاقت نہین، اس معیار کے رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ آب وہوا کا اثر ایک نہایت ضعیف چیز ہے، اور وہ صرف ایک طفل نوزائیدہ کو متاثر کرسکتا ہے یعنی

"جو قومین اپنے دور تکوین مین ہوتی ہین اُن پر انکا اثر نہایت شدت کے ساتھ پڑتا ہے"،

کیونکہ

اس اختلاط کے ذریعہ سے اُسکے قدیم اخلاق بالکل برباد ہوجاتے ہین، اور جدید اخلاق کی

نشو ونما اور استحکام کے لئے راستہ صاف ہوجاتا ہے، اسلئے اس خالی زمین پر آب وہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر نہایت آسانی کے ساتھ پڑجاتا ہے"،

لیکن

"جو قومین قدیم اور موروثی اخلاق کی مالک ہین اُن پر اسکا مطلق اثر نہین ہوتا"،

ماں باپ کا اثر ایک متوسط درجہ کا موثر ہے، وہ گذشتہ خاندان اور آب وہوا دونون کے اثر کو جذب کرتا ہے، اور اُسکو خون کے ذریعہ سے انسان کی رگون مین پہنچاتا ہے،

نظام اخلاق مین تغیر ہوسکتا ہے یا نہین؟

لیبان کے نزدیک ہر قوم کا نظام اخلاق اُسیقدر مستقل مستحکم اور پائدار ہے، جسقدر اُسکا رنگ، روپ، ڈیل ڈول اور خال وخط، لیکن بااینہمہ تغیر پذیری کی صلاحیت موجود ہے، اس بنا پر لیبان کو بھی اسقدر تسلیم کرنا پڑا کہ

"یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ قوم کے نفسانی اخلاق مین تغیر وتبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قوم کی جسمانی ترکیب، رنگ وروپ، ڈیل ڈول، اور خال وخط کی طرح وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتے ہین، اور اسی پائداری کی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہے"،

یعنی

"جس طرح مرور زمانہ اور قانون توارث کے تغیرات زمانی کے ساتھ خصائص جسمانی مین تغیر و تبدل کی صلاحیت موجود ہے، بعینہ اسی طرح ان اخلاق مین بھی تغیر وتبدل کی صلاحیت موجود ہے، اور نظام اخلاق کی یہی تغیر پذیری تمدنی انقلاب کا سب سے بڑا سبب ہے، اگر صرف قدیم اصول ہمیشہ قائم رہتے تو دنیا مین تمدن کو ترقی نہ ہوتی"،

اس اخلاقی انقلاب کے علل واسباب کی تحدید لیبان نے حسب ذیل کی ہے،

(۱) ضروریات زندگی،

(۲) آب وہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر،

(۳) علوم وفنون، صنعت وحرفت، تعلیم وتربیت، اور عقائد ومذاہب کی ترقی،

لیبان نے ان تمام موثرات پر ایک مستقل کتاب مین تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، لیکن اس کتاب مین چند مخصوص اسباب پر اکتفا کیا ہے، لیبان کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا تمدن صرف وہ ہے جسکی

"بنیاد صرف ایک یا دو اساسی اصول پر قائم ہوتی ہے"

اور تاریخی حیثیت سے

"قرون وسطیٰ کی زندگی صرف دو اصول پر قائم تھی مذہب اور امراء کی سیادت"

اس زمانہ کے تمام تمدنی عناصر مین انھی دونون کی جھلک نظر آتی ہے،

"لیکن جب یورپ کے دماغ پر یونانی اور رومانی دور جدید نے اثر ڈالنا شروع کیا تو عام قومی زندگی مین انقلاب پیدا ہونے لگا، اسکے بعد سنن قدیمہ کی قوت بالکل فنا ہوگئی، اور نقل کی جگہ عقل نے لیلی، اب تمدن نے ایک نیا قالب اختیار کیا اور مذہب کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے"

اس زمانہ مین

"خدا نظام حکومت اور مذاہب سب کے سب گوشہ نشین ہوگئے ہین"

اور ضروریات زندگی نے اخلاقی اور تمدنی زندگی مین عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ہے کیونکہ

"تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی طور پر وسیع کردیا ہے، اور انکے پورا کرنے کے بہت کم اسباب مہیا کئے ہین اسلئے دلون سے رضا وتسلیم کا مادہ بالکل زائل ہوگیا ہے"

لیکن ابھی تک صرف حرکت ہی حرکت ہے، سکون کا نام ونشان نہین، تمدن کا ستون جنبش مین ہے لیکن کسی نقطہ پر نہین ٹھہرتا، کیونکہ

"قدیم اصول جو تمدن کا ماخذ تھے اپنے نفوذ وقوت کو کھو چکے ہین، اور جدید اصول کو ابتک

ثبات واستحکام حاصل نہین ہوا ہے"

اشتراکیت نے بے شبہہ ایک مذہبی قوت اختیار کرلی ہے اور

"اس زمانہ مین سوشیالسٹ فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہین ہے"

لیکن لیبان کے نزدیک وہ

"قوم کو انحطاط کے غار اور استبداد کے مناظر شنیعہ کی طرف لیجاتی ہے"

تاہم اشتراکیت کا خیال ضروریات زندگی ہی نے پیدا کیا ہے، اسلئے اس زمانہ مین جو انقلاب ہوا ہے وہ صرف ضروریات زندگی کا نتیجہ ہے، مذہب بالکل دست شل ہوگیا ہے، اور آب وہوا ایک بے اثر چیز ہے، لوگ یورپ کا سفر کرتے ہین کہ بدل جائین اور یورپ خود امنڈا ہوا چلا آتا ہے کہ تمام دنیا کو بدلدے

لیکن لیبان کے نزدیک

"اخلاقی حیثیت سے جغرافیانہ حالات کی بے اثری خود یورپین تمدن سے ظاہر ہوتی ہے

ایک مدت سے ہمکو مشرقی قومون کے ساتھ اختلاط حاصل ہے لیکن ہمارے تمدن نے اُن پر مطلق اثر نہین کیا × × مادی اور مقامی حیثیت سے بھی اسکا اثر بہت کم پڑتا ہے"

تاہم یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا قدیم اصول سے بالکل آزاد ہوگئی ہے، کیونکہ

"اگرچہ ہر قدیم اصول کا نام بدل جاتا ہے، اور دلون کے اندر سے انکی آواز بازگشت نہین آتی تاہم قلوب پر انکا اثر قائم رہتا ہے"

اس بنا پر نظام اخلاق بدلنے کے بعد بھی حقیقی طور پر نہین بدلا، کیونکہ

"مذہبی اور سیاسی انقلابات کے زمانے مین تمام قوم (اگرچہ) ان عجیب وغریب اوصاف کا مظہر بن جاتی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا قومی نظام اخلاق بالکل بدل گیا ہے اور اسکے افکار وخیالات نے عظیم الشان انقلاب کی صورت اختیار کرلی ہے، لیکن جب آندھی تھم جاتی ہے

تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ محض عارضی تغیر تھا جو دم کے دم مین فنا ہو گیا"،

آج بھی اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوا، کیونکہ قدیم نظام اخلاق ہمیشہ قائم رہتا ہے اور صرف،

"ان اخلاق کے مظاہر بدل جاتے ہین"

چنانچہ قدیم مذہبی جوش و خروش نے اب فوضویت، اور حریت کی صورت اختیار کر لی ہے،

فن تاریخ

لیبان فن تاریخ سے ہر موقع پر سخت بیزاری ظاہر کرتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے،

"مین لٹریری کتابون سے شدت کے ساتھ احتراز کرتا ہون کیونکہ وہ فائدہ کم پہونچاتی ہین اور گمراہ زیادہ کرتی ہین"

اس بیزاری کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کی نگاہ عموماً چھلکون پر پڑ کر رہ جاتی ہے مغز تک سرایت نہین کرتی اسلئے وہ عموماً غلطیان کرتی ہے، تاریخ صرف دنیا کے انقلابات کی ایک داستان ہے اسکو علانیہ نظر آتا ہے کہ،

"بہت سی قومون نے اپنے تمدنی عناصر بدل دیے ہین، اور اپنے قدیم مذہب، قدیم سیاست اور قدیم زبان کے بجائے، جدید مذہب، جدید سیاست، اور جدید زبان کو اختیار کر لیا ہے، بعض قومین اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑ کر عیسائی مذہب، بودھ مذہب یا مذہب اسلام کے دائرے مین داخل ہو گئی ہین، بعض قومون نے اپنی زبان بالکل بدل دی ہے، اور بعض قومون نے اپنے نظام سیاست اور فنون لطیفہ کو بالکل دوسرے قالب مین ڈھال لیا ہے۔

اسلئے وہ اس داستان کو نہایت مزے سے لیکر بیان کرتی ہے لیکن ہر موقع پر،

"تاریخ نے ان انقلابات کی روایت مین اپنی قدیم فطری غلطی کا اعادہ کیا ہے"

ورنہ اگر وہ چھلکے کے اندر دیکھتی تو اسکو نظر آتا کہ

"صرف ان تمام چیزون کے نام بدل گئے ہین حقیقت نہین بدلی ہے، الفاظ کی تہ مین جو معنے تھے وہ اب تک زندہ ہین، اور ان مین بہت دنون کے بعد تغیر پیدا ہو گا"

دنیا مین جو تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہین وہ دریا کی موج کی طرح فنا نہین ہو جاتے بلکہ ایک مسلسل زنجیر بن جاتے ہین، اور،

"تمدن کی تاریخ درحقیقت انہی تدریجی تغیرات سے مرتب ہوتی ہے اور اگر ہمکو نظر آتا ہے کہ وہ دفعۃً نہایت وسیع پیمانے پر پیدا ہو گئے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم اول اور اخیر کی کڑیون کو پیش نظر رکھتے ہین اور بیچ کے انقلابات کو نظر انداز کر دیتے ہین، یا صرف آخری کڑی کو دیکھتے ہین"

لیکن یہ خطرناک عادت ہمکو صرف تاریخ نے سکھائی ہے، دنیا کی ہر چیز بتدریج پیدا ہوتی ہے، بتدریج ترقی کرتی ہے اور بتدریج اپنی آخری منزل تک پہونچ جاتی ہے، لیکن تاریخ کی نگاہ اسی آخری نقطے پر پڑتی ہے کیونکہ

"تمام مورخین کا فطری مذاق اشیاء کی تفصیل بیان کرنا ہے اسلئے وہ ہر ایجاد کو کسی نہ کسی نام کی طرف منسوب کر دیتے ہین، حالانکہ تمام بڑی بڑی ایجادین جنھون نے کرۂ ارضی کی ہیئت کو بدل دیا کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہین کی جا سکتین، مطبع، بارود، اسٹیم، اور تار کے موجدون کا نام کسکو معلوم ہے؟ اس بنا پر جو شخص ان ایجادات کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کرے گا، اسکو معلوم ہو گا کہ وہ درحقیقت بہت سی گذشتہ دماغ پاشیون کا نتیجہ ہین، اور اخیر موجد اس عمارت کا صرف ایک "بلند کنگرہ" ہے"

لیکن ایک طرف تو وہ اس عمارت کے طول و عرض کو سمیٹ کر ایک "بلند کنگرہ" مین محدود کر دیتی ہے، دوسری طرف وہ ایک نقطے کو اسقدر وسیع کرتی ہے کہ وہ پھیل کر ایک مستقل دائرہ

بن جاتا ہے، مثلاً وہ قومون کی عروج وزوال کی داستان سے ہزارون صفحے رنگ دیتی ہو لیکن اگر اسکو معلوم ہوتا کہ دنیا کا گھروندا صرف نظام اخلاق کے بننے اور بگڑنے سے بنتا اور بگڑتا ہے تو اسکی حقیقت صرف اس استفہامیہ جملے کا

"تاریخ جس نے بہت سے مجلدات کو بھر دیا ہو وہ بہت سے صفحات کے مجموعے کا نام ہے یا درحقیقت یہ کورے صفحے ہین؟"

مختصر جواب ہوتی،

تاریخ اگرچہ بعض موقعون پر افسانہ کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے، اسلئے وہ ہر زمانے مین نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑہی جاتی ہے لیکن درحقیقت ہر زمانے کی تاریخ، اسی زمانے کے ساتھ مخصوص ہے اور آئندہ زمانہ اُس سے بالکل بے نیاز ہے، مثلاً فنون لطیفہ عموماً قوم کے جذبات وخیالات کا آئینہ ہوتا ہے قدیم زمانے مین جب مذہب اپنی اصلی طاقت کے ساتھ قائم تھا تو قوم کی تمام اختراعی قوت، مذہبی عمارتون اور مذہبی تصویرون کی پیکر آرائی مین صرف ہوتی تھی، اسلئے اس زمانے کا فنون لطیفہ، مذہبی خیالات کا ترجمان تھا، آج مادی ضروریات، یعنی تجارت، اور صنعت وحرفت کی گرم بازاری ہے، اسلئے

"ہمارے زمانے کا اصلی فن تعمیر وہ ہے جو ہمارے سامنے پنج منزلہ عمارتون، پانی کی نہرون بڑے بڑے پلون اور ریلوے لائنون کا ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے"

لیکن آئندہ زمانے مین جب یہ ضرورتین بدل جائین گی تو فنون لطیفہ بھی دوسرے قالب مین جلوہ گر ہون گے اور تمام صناعیان اس زمانے کے جذبات وخیالات کے مخالف ہونگے اسلئے،

"دور جدید کے مکانات اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانہ آئندہ کے انجنیر کو یکسان نظر آئین گے"

یہی وجہ ہے کہ ایک زمانہ کو دوسرے زمانے پر قیاس کرنا عظیم الشان تاریخی غلطی ہے یہی نکتہ ہے جسکو علامہ ابن خلدون نے ان الفاظ مین بیان کیا ہے،

ومن الغلط المخفی فی التاریخ الذهول عن تبدل الاحوال فی الامم والاجیال تبدل الاعصار ومرور الایام وهو داء دوی شدید الخفاء اذ لایقع الابعد احقاب متطاولة فلایکا دیفطن له الاالآحاد من اهل الخلیقة،

اور تاریخ کی سب سے مخفی غلطی قومون کے اُن حالات کے نظرانداز کرنے سے پیدا ہوتی ہے، جو زمانے کی تغیر وتبدل سے بدلتے رہتے ہین، یہ نہایت مخفی مرض ہے کیونکہ وہ ایک طویل زمانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اسلئے صرف مخصوص لوگ اسکا پتہ پاتے ہین

بہر حال لیبان کے نزدیک تاریخ، نہایت کوتہ نظر، ژولیدہ بیان، مختصر گو، ہرزہ سرا، اور جادہ خیز ہے اسلئے وہ قومون کے حالات کا پتہ صرف اُنکے کارنامون کے ذریعہ سے لگاتا ہے، اسکے لئے اگرچہ تمام قوتی عناصر کارآمد ہو سکتے ہین، لیکن اسکے نزدیک فنون لطیفہ یا مخصوص فن عمارت قومون کے جذبات خیالات کی نہایت صحیح ترجمانی کرتا ہے، کیونکہ

"یہ پتھر کی کتابین تمام دنیا کی کتابون سے زیادہ صاف، واضح، اور آسان ہین، اور انکی زبان کبھی دروغ بیانی سے آلودہ نہین ہوتی"

اسلئے اُس نے

"مشرقی تمدن پر جو کچھ لکھا ہے اس مین فنون لطیفہ کو خاص طور پر اہمیت دی ہے"

اور اس کتاب مین بھی اس موضوع پر دو طویل فصلین وقف کر دی ہین،

انگلستان کے علمی رسائل

مولوی عبدالماجد صاحب بی-اے

اُردو کے تو دو ہی ایک علمی رسالون کو اپنی زندگی قائم رکھنا دشوار ہے لیکن یورپ کے ہر ملک مین علم وفن کی ہر شاخ سے متعلق اس کثرت سے سہ ماہی، ماہانہ و ہفتہ وار مطبوعات نکلتے رہتے ہین کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک مختصر تعلیم یافتہ آبادی مین یہ انبار کثیر کیونکر جذب ہوجاتا ہے! تمام یورپ کے علمی رسائل کے تذکرہ کے لئے تو ایک سے زائد ضخیم مجلدات کی حاجت ہوگی، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس صحبت مین صرف انگلستان کے چند علمی جرائد پر ایک اجمالی نظر کی جائے۔

یورپ مین تقسیم عمل کا جو قانون جاری ہے اسکے لحاظ سے انگلستان مین یہ ایک نادر واقعہ ہے کہ ایک ہی پرچہ جملہ علمی عنوانات کو اپنا موضوع قرار دے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر علم وفن بلکہ اسکے اقسام ماتحت تک اپنے جداگانہ جرائد ورسائل رکھتے ہین، فلسفہ، نفسیات، اخلاقیات، اقتصادیات، الٰہیات، طبعیات، کیمیائیات، ریاضیات، فلکیات، طب، ادب، شاعری، موسیقی، ان مین سے ہر فن سے متعلق مخصوص و مستقل متعدد جرائد شائع ہوتے ہین،

فلسفہ ایک دقیق وخشک مبحث سمجھا جاتا ہے جس سے عام ناظرین کو دلچسپی نہین ہوسکتی، لیکن ذیل مین چند اُن رسائل کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو محض فلسفہ و متعلقات فلسفہ اپنا موضوع رکھتے ہین، اور جن مین عام ناظرین کے مذاق کا ایک حرف بھی نہین ہوتا۔

(۱) مائنڈ (Mind) فلسفہ و متعلقات فلسفہ کا یہ انگلستان مین نہایت قدیم و معزز سہ ماہی رسالہ ہے، حجم سوا سو ڈیڑھ سو صفحہ کے درمیان رہتا ہے۔ فرائض ادارت مشاہیر فلاسفہ برطانیہ کی ایک مجلس کے

سپرد ہین، چیف ایڈیٹر مشہور فلسفی مصنف پروفیسر اسٹاوٹ ہین، جنکے چار مددگارون کے نام بھی سرورق پر درج رہتے ہین، فلسفیانہ مقالات، مباحثہ و مناظرہ، انتقادات وغیرہ ہوتے ہین۔ یہ رسالہ مسلسل ۲۰ سال سے نکل رہا ہے، اور اس سے بیشتر بھی چند سال تک نکل چکا ہے،

(۲) ہبرٹ جرنل (Hilbert Journal) یہ بھی سہ ماہی رسالہ ہے جسکی ضخامت عموماً دو سو صفحہ کی ہوتی ہے، اس مین خالص فلسفہ کے ساتھ مذہبی و کلامی مباحث بھی ہوتے ہین۔ یورپ و امریکہ مین اسکی خاص وقعت ہے۔ مجلس ادارت مین سر الیور لاج جیسے مشاہیر فن شامل ہین، ایڈیٹر ڈاکٹر جیکس، اور اسسٹنٹ ایڈیٹر ڈاکٹر ڈالیس ہکس ہین۔ اسکی عمر ۱۰ سال کی ہے،

(۳) برٹش جرنل آف سایکالوجی (British Journal of Psychology) اس رسالہ کا موضوع مخصوص نفسیات کے مباحث ہین۔ اسکا حجم تقریباً ڈیڑھ سو صفحہ کا ہوتا ہے، تقطیع عام رسالون سے بڑی اور چوڑی ہوتی ہے۔ اسکے مضامین علی العموم اسقدر دقیق ہوتے ہین، کہ بجز ان لوگون کے جنھون نے نفسیات مین کمال و تبحر پیدا کرلیا ہے، عام فلسفیانہ مذاق کے ناظرین بھی اسے اپنی فہم سے ارفع پاتے ہین۔ یہ نو سال سے نکل رہا ہے، اسکے ایڈیٹوریل اسٹاف مین جسکی فہرست سرورق پر درج رہتی ہے، علاوہ چیف ایڈیٹر کے ۱۵ اشخاص کام کرتے ہین!

(۴) انٹرنیشنل جرنل آف ایتھکس (International Journal of Ethics) یہ بھی سہ ماہی رسالہ ہے۔ اسکا موضوع اخلاقیات ہے۔ پروفیسر میوہڈ اور اخلاقیین کی ایک جماعت کے ہاتھ مین اسکی عنان ادارت ہے۔ ۲۰ سال سے نکل رہا ہے۔

(۵) فلاسوفیکل ریویو (Philosophical Review) اسکا موضوع بھی مثل مائنڈ کے عام فلسفہ ہے۔ یہ ۲۰ سال سے شائع ہورہا ہے،

(۶) جرنل آف مِنٹل سائنس (Journal of Mental Science) یہ بھی سہ ماہی

رسالہ ہے، اس کا حجم کم و بیش سو صفحہ کا ہوتا ہے اسکا موضوع نفسیات طبیہ ہے چار کاملین فن اسکے
ایڈیٹر ہین - امراض نفسی و اختلال حواس وغیرہ سے متعلق اس مین قابل قدر مضامین ہوتے ہین - یہ رسالہ
اپنی نوعیت مین سب سے قدیم رسالہ ہے - اب اسکی عمر ۶۵ سال کی ہے -

(۷) برین (Brain) اس مین نفسی مسائل پر تمام تر طبی و تشریحی نقطہ نظر سے بحث ہوتی ہے
اسکے مضامین اطبا کے لئے خاص طور پر مفید و دلچسپ ہوتے ہین - اسکی مجلس ادارت سات ارکان پر
شامل رہتی ہے - اسکا حجم کچھ کم سو صفحہ رہتا ہے، یہ اپنی زندگی کے ۴۲ سال پورے کر چکا ہے -

(۸) سوشیالوجیکل ریویو (Sociological Review) اسکا موضوع اجتماعیات ہے، پروفیسر
اے ایچ، ٹامسن اسکے ایڈیٹر ہین -

(۹) پازیٹیویسٹ ریویو (Positivist Review) انیسوین صدی کے وسط مین فرانس
مین ایک مشہور فلسفی اگسٹ کومٹ ہوا ہے، جس نے اپنے نظام فلسفہ کا نام پازیٹیوزم رکھا اور اسکے
مقلدین پازیٹیویسٹ کہلاتے ہین، یہ ماہوار رسالہ انگلستان کی پازیٹیویسٹ جماعت نکالتی ہے اس مین
کومٹ کے اصول و تعلیمات کی مطابقت مین مختلف عنوانات پر مباحث ہوتے ہین -

(۱۰) پروسیڈنگس آف ارسٹاٹیلین سوسائٹی (Proceedings of Aristotelian Society)
ارسٹاٹیلین سوسائٹی (جمعیت ارسطاطالیسی) کے نام سے تقریباً ۴۰ سال سے لنڈن مین فلسفہ کی
ایک ممتاز انجمن قایم ہے - اس مین ہر ماہ کسی اہم فلسفیانہ عنوان پر مباحثہ ہوتا ہے، اور انجمن کی
مین اسی کی کارروائیان شائع ہوتی رہتی ہین -

فلسفیانہ پرچون کی یہ کوئی مکمل فہرست نہین، صرف چند کے نام درج کئے گئے، انکے علاوہ
اور بھی متعدد پرچے انہین مقاصد کے ساتھ نکلتے ہین، پھر امریکہ سے جو کثیر التعداد فلسفیانہ رسائل نکلتے ہین
انکی خریداری بھی ایک بڑی حد تک انگلستان کی خالص انگریزی دان جماعت کرتی ہے، اس سے

قیاس یہ ہوتا ہے کہ انگریزی قوم خاص طور پر فلسفہ پسند و حکمت سنج ہے، جو اس کثرت سے فلسفیانہ پرچون
کی سرپرستی کرتی ہے، لیکن واقعہ اسکے بالکل برعکس ہے - انگلستان مین گو بعض حکما، نہایت جلیل القدر
گذرے ہین، لیکن انگریزی قوم کو من حیث القوم فلسفہ و حکمت سے مطلق مس نہین - اسکے اصلی مذاق کی
شے تجارت و سیاست ہے - یہ صرف ایک محدود طبقہ ہے جو ان پرچون کی اتنی قدر دانی کرتا ہے -

بکثرت ماہوار و ہفتہ وار پرچے ایسے بھی شائع ہوتے ہین، جنکا مقصد تمامتر خریداران کتب اور
مصنفین و ناشرین کے مابین درمیانی واسطہ کا کام دینا ہوتا ہے - عام خبرون سے انہین مطلق تعلق نہین
ہوتا، ان مین صرف وہی خبرین شائع ہوتی ہین، جو مصنفین، ناشرین (پبلشرز) اور کتابون سے متعلق ہوتی
ہین - اس نوعیت کے چند پرچون کے نام یہ ہین :-

(۱) ٹائمس لٹریری سپلیمنٹ (Times Literary Supplement) مشہور اخبار
لنڈن ٹائمس کا یہ ہفتہ وار علمی ضمیمہ ہے - اخباری تقطیع پر اسکا حجم ۱۰ - ۱۲ صفحہ کا ہوتا ہے اور ہر صفحہ مین چار
کالم ہوتے ہین، اس مین ہر ہفتہ مطبوعات جدیدہ کی مکمل فہرست فن وار ہوتی ہے، اور حسب حیثیت
سب پر مفصل یا مختصر ریویو ہوتے ہین - اہم ترین مطبوعات پر ریویو بعض اوقات تین تین چار چار کالم تک
کے ہوتے ہین، ادنی مطبوعات کا اعلان سطر دو سطر مین کر دیا جاتا ہے - صیغہ مراسلات مین علمی مباحث
ہوتے ہین، اسکے انتقادات علی العموم نہایت دلچسپ اور بجائے خود ایک مستقل ادبی حیثیت رکھتے ہین
یہ پرچہ ۱۸ سال سے نکل رہا ہے اور اسکی موجودہ اشاعت باوجود نقصانات جنگ کے ۳۰ - ۳۲ ہزار
سے اوپر ہے !

(۲) اتھینیم (Athenaeum) ٹائمس کے علمی ضمیمہ کے بعد یہی پرچہ سب سے زیادہ باوقعت
و مستند سمجھا جاتا ہے - اس کا حجم عموماً ۴۰ صفحہ کا ہوتا ہے، ہفتہ وار ہے - فن وار فہرست کتب اور
انتقادات کے علاوہ اس مین سائنس، فنون لطیفہ، موسیقی، اور ڈراما کے اصولی مباحث پر مقالات

ہوتے ہین، اور صیغہ مُراسلات مین علمی و ادبی عنوانات پر مباحثہ و مناظرہ،

(۳) لٹریری ورلڈ (Literary world) یہ ۱۴-۱۵ صفحہ کا ماہوار پرچہ ہوتا ہے، اس مین تمام تر کتابون پر ریویو ہوتے ہین، خصوصاً ناولون اور افسانون پر، اسکی قدامت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسوقت اسکی جلد کا نمبر ۵۰ ہے،

(۴) نوٹس اینڈ کوریز (Notes and Queries) یہ اپنی نوعیت مین ایک بالکل نئی قسم کا ماہوار رسالہ ہے حجم ۲۵-۳۰ صفحہ کا ہوتا ہے، اسکے دو حصہ ہوتے ہین، ایک نوٹس کا ہوتا ہے اس مین انگریزی کی قدیم و نادر کتابون سے متعلق نوٹ ہوتے ہین، دوسرا حصہ استفسارات و جوابات کا ہوتا ہے، ایک شخص دریافت کرتا ہے، کہ فلان کتاب کا مصنف کون تھا؟ دوسرا سوال کرتا ہے کہ فلان اقتباس کس کتاب کا ہے؟ تیسرا پوچھتا ہے کہ فلان شاعر کی قبر کہان ہے؟ غرض اس طرح مصنفین اور کتابون کے متعلق انواع و اقسام کے بیشمار استفسارات ہوتے ہین، اور آگے چل کر انکے جوابات ملتے ہین ۱۲ سال سے شائع ہو رہا ہے۔

(۵) آتھر (Author) اسکے لفظی معنی "مصنف" کے ہین۔ ماہوار پرچہ ہے، اس مین عموماً اس قسم کے مضامین ہوتے ہین جو تجارتی و قانونی حیثیت سے مصنفین و ناشرین کے کام آسکتے ہین، مثلاً کاپی رائٹ سے متعلق جو قوانین ہین، انکی تشریح و توضیح قانون لائبل سے مصنفین کا تعلق، ناشرین کے حقوق و فرائض

(۶) لٹریری گائڈ (Literary guide) یہ ۱۵-۱۶ صفحہ کے حجم کا ماہوار پرچہ ہے انجمن عقلئین کے ارگن ہونے کے لحاظ سے اگرچہ اسکا دائرہ محدود ہے تاہم اس مین بھی بکثرت کتابون پر ریویو مصنفین کے حالات، اور انکے معتقدات اور "عقلیت"، پر بحث ہوتی ہے۔ ۲۵ سال سے یہ شائع ہو رہا ہے

مقاصد بالا کیساتھ متعدد دور پرچے بھی شائع ہوتے ہین، یہان صرف چند کا ذکر کیا گیا ہے، بالخصوص الفن پرچون مین تعلیمی پرچون کو خاص اہمیت ہے۔ ان مین سے ایک آدھ کا ذکر ضروری ہے،

(۱) ٹائمس ایجوکیشنل سپلمنٹ (Times Educational Supplement) علمی ضمیمہ کے علاوہ ٹائمس کے دفتر سے ایک ہفتہ وار "تعلیمی ضمیمہ" بھی نکلتا ہے۔ یہ مخصوص تعلیمی مضامین اور خبرون سے لبریز ہوتا ہے۔ تین چار مستقل مقالات کے علاوہ، انگلستان، اسکاٹ لینڈ، و آیرلینڈ کے نظامات تعلیم پر مفصل تبصرہ ہوتا ہی، تمام مشہور یونیورسٹیون، کالجون، اور اسکولون سے متعلق معلومات ہوتے ہین، ایک کالم ڈیڑھ کالم بالالتزام ہندوستان کے مسائل تعلیم کیلئے وقف رہتا ہے ہفتہ کی تمام تعلیمی مطبوعات پر نقد ہوتا ہے صیغہ مراسلات مین تعلیمی مسائل پر رد و قدح ہوتی ہے۔ دور حاضرہ کے مشہور ماہرین فن کے اصول پر علحدہ نقد و تبصرہ ہوتا ہے۔ غرض اسکے ناظرین صرف اسی کے بل پر گویا ہر ہفتہ ایک تعلیمی دائرۃ المعارف انسائیکلوپیڈیا کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہوسکتے ہین حجم بڑی اخباری تقطیع پر ۱۲ صفحہ کا ہوتا ہے۔ ۱۰ سال سے شائع ہو رہا ہے

(۲) جرنل آف ایجوکیشن (Journal of Education) چھوٹی اخباری تقطیع پر ۶۰-۷۰ صفحہ کا ماہانہ رسالہ ہے گو ان صفحات کا کافی حصہ اشتہارات کی نذر ہوجاتا ہے۔ تعلیمی مقالات کے علاوہ اس مین تعلیمی خبرین اور مطبوعات تعلیمی پر ریویو ہوتے ہین۔ جلد کا نمبر ۱۵ ہے۔

(۳) ایجوکیشن (Education) یہ ۱۴-۱۵ صفحہ کا ہفتہ وار اخبار ہے اس مین مقالات برائے نام ہوتے ہین البتہ برطانیہ کے مدارس سے متعلق جزئی خبرین تک ہوتی ہین۔ اسکی حیثیت سرکاری گزٹ سے ملتی جلتی ہے جو لوگ برطانیہ کے سررشتہ تعلیم مین منسلک ہین انکے لئے خاص طور پر مفید ہے ۴۴ سال سے نکل رہا ہے

اس سرسری تبصرہ سے کسی قدر اندازہ ہوا ہوگا کہ انگریزی اور اردو پبلک مین علمی رسائل کے لحاظ سے کیا تناسب ہی۔ تقریباً ہر علمی پرچہ ماہرین فن کی ایک جماعت کے ساتھ مین ہی اور ہر عنوان پر وہی شخص قلم اٹھانے کا مجاز ہوتا ہے جو مخصوص اس بحث سے متعلق کافی غور و مطالعہ کرچکا ہے۔ مضمون نگارون کو معقول معاوضہ ملتا ہے اعلی کتب خانون اور دیگر ذرائع سے انکے کام مین انتہائی سہولتین پیدا کیجاتی ہین۔

ہندوستان مین ابھی یہ چیزین خواب و خیال معلوم ہوتی ہین، کیا کبھی اس خواب کی تعبیر پوری ہوسکے گی؟

مآخذ و ترجمہ

محمد تغلق کا طرز حکومت

(۲)

(از پروفیسر گارڈنر براؤن)

لیکن محض برنی کی فروگذاشتون اور تعصبات کا ذکر کرنا کافی نہین، سلطان کے عہد حکومت اور سیرت کی تاریخ تکمل نہین ہو سکتی، تاوقتیکہ ان مسائل خمسہ پر ایک نظر نہ کی جائے جنکی بنا پر اسکا عہد حکومت سب سے زیادہ بدنام ہے، گو اس مضمون مین سب پر تفصیل کے ساتھ نظر کرنا ناممکن ہے، تاہم ترتیب زمانی کے لحاظ سے سب سے پہلے دوآب مین ٹکس کا مسئلہ ہے، اور اسکے متعلق دو لفظ کافی ہین، دوآب ملک کا سب سے زیادہ مرفہ الحال علاقہ تہا، اور جیسا کہ علاؤ الدین کے زمانہ مین ثابت ہو چکا تہا، بآسانی موجودہ ٹکس سے زیادہ برداشت کر سکتا تہا، جدید ٹکس ہرگز زائد نہ تہا، بلکہ بعد کو جو ٹکس لگایا گیا، اسکے مقابلہ مین ہلکا ہی تہا، البتہ سوء اتفاق سے اسکے بعد ہی اس عہد حکومت کا پہلا قحط پڑ گیا، اس سے مخالفین کو موقع ہاتھ آ گیا، کہ جو شئے امساک باران کا نتیجہ تھی اُسے جدید ٹکس کی جانب منسوب کر دین،

بادشاہ کی دوسری غلطی جو بقول برنی سلطنت کی تباہی و بربادی کا باعث ہوئی، یہ تھی کہ دیوگیر کو دار الحکومت بنایا گیا، اور دہلی کی خلقت کو وہان منتقل کیا گیا، بادشاہ کی اس کاروائی کو سمجھنے کے لئے اس زمانہ کے جغرافیہ سیاسی کی تفصیلات کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے، تغلق خاندان کے دو ابتدائی فرمانرواؤن کی سلطنت تین منتفرق حصون پر مشتمل تھی، ایک حصہ مین وادی گنگا، پنجاب کے میدان جنکی مغربی حد لاہور تھی، اور وادی سندھ کی ایک چٹ جسکے جنوب مین ملتان تہا، شامل تھے، دوسرا حصہ جو اس سے نسبتہً چھوٹا مگر کافی وسیع رقبہ اور گنجان آبادی کا تہا، اسمین خاندیش کا مشرقی علاقہ برار، حیدرآباد،

اور احاطہ مدراس کے ساحل مشرقی کی چٹین شامل تہین، تیسرا حصہ شمالی گجرات کے اس علاقہ کا نام تہا جسکا نقطہ خلیج کھمبات ہے، یہ گو پہلے دونون حصون سے بہت چھوٹا تہا، تاہم اس لحاظ سے ممتاز تہا کہ اسکے بندرگاہ بیرونی تجارت کے مرکز تھے، ان منتفرق حصون کے درمیانی رابطہ کا کام دینے والی دو پتلی سی چٹ تھی جو گوالیار سے دہار تک اور پھر وہان سے مغرب و جنوب تک پہیلی ہوئی تھی، مگر یہ چٹ گویا عبارت ان چند قلعون سے تھی جو مضافات اجین کے ایک قطعہ کو چھوڑ کر باقی تمام سڑک کی حفاظت کے لئے جا بجا قائم تھے، سلطان کے عہد کے آغاز ہی مین دو وجوہ سے جنہین برنی پی جاتا ہے سلطنت کا مرکز ثقل ہٹ چکا تہا، پہلی وجہ یہ تھی کہ مغلون کی صد سالہ یلغار نیز ایک زبردست سیلاب نے جس نے دریاؤن کے رُخ پھیر دیئے، اور ہزارہا اشخاص کو بے خانمان کر دیا، پنجاب کی اہمیت اب بہت گھٹ گئی تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ جنوب کا جدید علاقہ موسومہ دکن، مگر جسمین دکن کے علاوہ بھی بہت کچھ شامل تہا، حال مین حاصل ہوا تہا، اس جدید علاقہ کی نوعیت شمالی ہند سے بالکل جداگانہ تھی، پھر ہنوز پوری طرح تسلط بھی نہین ہوا تہا، بلکہ اسکی جنوبی سرحد پر مخالف یا نیم مخالف حکومتین موجود تہین، اسلئے اسکا نظم و نسق ایک دشوار مسئلہ تہا، اور اس عہد حکومت مین اسکے حل کرنے کی تین مختلف کوششین کی گئین، جنمین سے پہلی اور ما نحن فیہ سے تعلق رکھنے والی یہ تھی کہ جدید صوبجات کو سلطان کی نگرانی مین رکہا جائے، اور دیوگیر کو جو دہلی کے مقابلہ مین مرکز سلطنت سے قریب تر اور موقع خطرات کے متصل تہا دوسرا پایہ تخت قرار دیا جائے، اس تجویز کی پوری تفصیلات آج موجود نہین، تاہم جو کچھ موجود ہین اُن سے ظاہر ہے کہ سلطان کے زمانہ قیام دکن مین وزیر کو بحیثیت نائب السلطنت کے شمال مین پورے شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے، اور اگرچہ دونون پایہ تخت ایک دوسرے سے بہت بعید فاصلہ پر تھے تاہم عموماً اس حالت مین بھی سرکاری ڈاک اور قاصدون کی خوش انتظامی کی بنا پر دونون مقامات کے مابین نامہ و پیام کچھ دشوار امر نہ تہا، بعد کو ایسے حالات پیش آئے جنکی تفصیل یہان غیر ضروری ہے،

جنکی بنا پر یہ قصد ر قوت سے فعل مین نہ آسکا، تاہم اسمین کوئی شک نہین کہ ابتدائً ایک امر صعب کا یہ ایک معقول حل تھا،

اس اسکیم کی تہ مین جو اصل اسباب تھے، اُنہین چھوڑکر مورخین اپنی ساری توجہ اسپر صرف کرنے لگے ہین کہ اس تجویز پر عملدرآمد کن طریقون سے کیا گیا، اور اس بحث مین اُلجھ کردہ اسے بھی نظرانداز کرجاتے ہین کہ اس تجویز پر دو مختلف دور گذرے ہین، پہلا دور یہ تہا کہ تقریبًا سنہ ۷۲۷ھ مین دفاتر سرکاری اور ضروری عملہ دیوگیر منتقل کیے گئے، دوسرا دور جو کئی سال بعد شروع ہوا یہ تہا کہ آبادی کے دوسرے طبقات کو وہان منتقل کرایا گیا، اور سلطان کی بدنامی کی یہی سب سے بڑی بنیاد ہے، لیکن سلطان نے دہلی مین جو عظیم الشان تعمیرات کرائین، اور ابن بطوطہ نے شہر کی مرفہ الحالی کی جو کیفیت بیان کی ہے، اسکے بعد برنی کی اس روایت پر کون یقین کرسکتا ہے کہ شہر مین ایک کتا، ایک بلی تک باقی نہ رہ گئی، اور دوسرے شہرون سے جو لوگ لاکر یہان آباد کیے گئے، ان مین سے کچھ تو مر گئے اور باقی اپنے اپنے وطن کو واپس چلے گئے، یہ الفاظ ایک متعصب گواہ کے ہین، جنہین مشرقی مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اغلب یہ ہے کہ دہلی مین یہ نئی آبادی پنجاب کے سیلاب، تر ماشیرین کے متواتر حملون، اور پہلے قحط کی بنا پر پیدا ہوگئی ہو، لیکن اس ضمنی قیاس سے قطع نظر کرکے اصل مسئلہ پر توجہ کرنا چاہیئے، جب ضرورت یہ درپیش تھی کہ ایک مخالف ملک مین جدید پایہ تخت کو آباد کیا جاے تو اس مقصد کے لئے اس مقام سے بہتر کہان کے اشخاص کا انتخاب ہوسکتا تہا، جسکی آبادی نہایت گنجان تھی، اور برابر بڑہتی جاتی تھی، پایہ تخت کی تبدیلی کوئی انوکھا واقعہ نہ تہا، امبر، فتحپور سکری، چتور مانڈو یہ تمام نظیرین موجود ہین، اور اس سے بھی بہتر نظیرین ایران سے مل سکتی ہین، چنانچہ دیوگیر کے واقعہ سے دس ہی سال پیشتر شاہ فارس الجیتو خان نے ایک جدید شہر سلطانیہ آباد کیا تہا اور تبریز کے کاریگرون کو وہان منتقل کیا تہا،

رہا یہ کہ اس انتقال مکانی کے لئے تدابیر کیا اختیار کیگئین، سواسکے متعلق لغو روایات بعد کو گڑھ لئے گئے، اور افواہ کی حیثیت سے مشہور ہوتے رہے، لیکن مستند واقعات اُنکی تائید نہین کرتے، تارکان وطن کو جو چیزین چھوڑنا پڑتی تھین اُنکے لئے انہین فیاضانہ معاوضہ ملتا تہا، زادراہ و مصارف سفر کے لئے اُنہین معقول رقمین ملتی تھین، اور نو تعمیر دخوش قطع شہر مین وارد ہونے پر انعامات و معافیان دیجاتی تھین، یہ سچ ہے کہ کچھ لوگ راستہ مین وفات پاگئے، کچھ لوگون نے پھر دہلی کو مراجعت چاہی، اور اکثرون کو صعوبات سفر اور ایک اجنبی و نامانوس شہر کا قیام ناگوار تہا، لیکن ان لوگون کے ساتھ اسقدر مراعات کے باوجود ہندوستان مین یہ کبھی بھی دستور نہین رہا ہے کہ ضروریات سلطنت کے مقابلہ مین افراد رعایا کی خواہشون کو لازمًا پامال کیا جائے، اسلئے برنی جب حمایت جمہور مین غربا کے مصائب کا مبالغہ آمیز بیان کرتا ہے تو ناظرین کی ہمدردی خواہ مخواہ اسکے ساتھ ہوجاتی ہے،

اسکے عہد کے واقعات مین ایک نہایت مشتبہ اور اسلئے دلچسپ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے چاندی سکے بجاے پیتل کے فرضی سکہ کا رواج دیا تھا، اسکو مشتبہ مین اسلئے کہتا ہون کہ نہ صرف ہندوستانی مورخین اسکے سمجھنے سے عاجز رہے ہین، بلکہ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ وہ معاصر مصنفین، ابن بطوطہ و صاحب مسالک الابصار، جو ایسے واقعات پر خاص نظر رکھتے ہین ان امور کا بالکل ذکر ہی نہین کرتے، برنی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ پیتل کا سکہ سرکاری سکہ کی حیثیت سے چلایا گیا، اسپر ہر ہندو نے جعلی سکہ بنا بنا کر اُنہین کو محاصل سرکاری مین دینا شروع کیا، اور اس سے سرکار کو سخت خسارہ ہوا، اُنکی قیمت برابر گہٹتی رہی، تا آنکہ انکی منسوخی کا فرمان جاری ہوا، اور خزانۂ عامرہ پر شدید بار ڈال کے سرکار نے اصلی و جعلی سب سکے خود خرید کرلئے، اس روایت کے جو جزئیات خلاف قرینہ و قیاس معلوم ہوتے ہین، ان سے قطع نظر کرکے ان دو اصلی سوالون پر غور کرنا چاہیئے، یہ سکے کیون جاری کیے گئے تھے؟ اور اُنکے چلن مین ناکامی کیون ہوئی؟

پہلے سوال کے جواب مین مورخین ہند کے عجیب مہمل بیانات ہین، برنی کہتا ہے کہ سلطان کے مصارف نے خزانہ خالی کردیا تھا، حالانکہ پیشتر خود اُسکے خلاف کہہ چکا ہے، فرشتہ کہتا ہے کہ سلطان کو جو ملک گیری کی ہوس تھی اُسکے لئے روپیہ کی ضرورت تھی، بدایونی کا بیان ہے کہ انتقال پایۂ تخت سے خزانہ پر سخت بار پڑا تھا، حال کے مورخین انہین اسباب کا اعادہ کرتے رہے ہین، مع اس احمقانہ رائے کے کہ سلطان کا ایک مجنونانہ فعل تھا، یہ بے شبہہ ممکن ہے کہ پہلے قحط کے ساتھ اسباب بالا نے مل کر محاصل سرکاری مین کمی، اور اِسلئے خزانہ سرکاری پر بار پیدا کیا ہو، لیکن اتنی بڑی کاروائی کے لئے یہ معمولی اسباب کافی نہین ہوسکتے -

واقعہ یہ ہے کہ خود محمد تغلق، یا مشیران سلطنت مین سے کوئی شخص سکہ جات کے معاملات مین ایک عدیم المثال ماہر فن کی حیثیت رکہتا تھا، جو اس فرضی سکہ کے اجراء سے پیشتر مسلۂ زر مین چار اہم وعظیم الشان اصلاحات کرچکا تھا، اِسلئے یہ قیاس مین نہین آتا کہ اس نے اُسکا اجرا رناواقفیت یا ہوس کی بنا پر کیا ہو، پھر تین ہی برس پیشتر ایران مین فرضی سکہ کے چلن کو نہایت سخت ناکامی ہوچکی تھی اِسلئے یہان اُسکا اجرا تاوقتیکہ کوئی شدید ضرورت اُسکی مقتضی ہنوتی، بالکل بعید از قیاس تھا یہ بھی ظاہر ہے کہ سلطان کو اپنی اس اسکیم کی کامیابی کے لئے سخت کاوش تھی، کیونکہ گو ان سکون پر ایران وچین کے زر قرطاس کی طرح کلمات تخویف وترہیب نہین درج تھے، تاہم محمد تغلق نے مذہب کا واسطہ دلا دلا کر اپنی رعایا سے اپیل کیا کہ اس سکہ کو چاندی کے مساوی خیال کیا جائے، ان آخری الفاظ سے اصل مسلہ کا حل ہوجاتا ہے، سالہا سال سے دنیا مین چاندی کا ذخیرہ گھٹتا جاتا تھا اور اسکا احساس سلطنت دہلی کو اسوقت ناگزیر تھا، جب ایک وسیع علاقہ نیا نیا قبضہ مین آیا تھا اور وہان کے لئے بہ کثرت جدید سکون کی ضرورت تھی، قرون وسطی مین چاندی کی مقدار دنیا مین کل اتنی رہ گئی تھی کہ بعض معمولی ضروریات زر کے لئے کافی تھی، اور کہین معمول عام کے خلاف چاندی کے

مصرف مین کوئی تغیر یا اسکے ذخیرہ مین کچھ کمی ہوجاتی تو سکون کا قحط ہوجاتا تھا، تاریخ سے ثابت ہے کہ اسوقت یہ دونون اسباب واقع ہوئے تھے، یعنی ایک طرف تو ٹرنسیلوینیا، سیکسنی، واسپین مین ذخیرہ نقرہ کی کمی واقع ہوگئی تھی، اور دوسری طرف اکثر مغربی اور مشرقی ممالک مین تعیش وتزئین کی افراط سے چاندی کی بڑی مقدار، زیورات وغیرہ کی صنعت مین منتقل ہوگئی تھی، چنانچہ انگلستان، مصر، جاپان، فلانڈرز، ایران واسکاٹ لینڈ جیسے دور دراز ممالک کی تاریخ قانون و مالیات مین اُسکے شواہد اسی وقت ملتے ہین، جسوقت کہ سلطان، چاندی کے قائم مقام کی تلاش مین مصروف تھا، یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اس نے زر قرطاس کو کیون نہ رواج دیا، جو چین مین صدیون سے چل رہا تھا، اور جاپان مین اُسی زمانہ مین شروع ہوا تھا، ممکن ہے کہ ایسی نئی بات کرنے پر وہ آمادہ نہ ہوسکا ہو، یا آب وہوا کے اثر سے کاغذ کے خراب ہوجانے کا اسے اندیشہ ہوا ہو، یا اُسکی طباعت کے لئے ٹائپ کے جو بلاک لازمی ہوتی ہین، وہ مہیا نہوسکے ہون، لیکن سب سے زیادہ قرین قیاس یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ ایران مین یہ دستور سنہ ۱۲۹۴ء ہی مین ناکام ثابت ہوچکا تھا اور اسکی عام شہرت ہوگئی تھی، اس شق کے خارج ہوجانیکے بعد پیتل کا سکہ ڈہالنے مین کوئی عیب نہین رہجاتا، اور چونکہ اس زمانہ مین روپیہ کو وزن کرکے اور مس کرکے پرکہنے کا عام دستور تھا اِسلئے پیتل کا انتخاب سب سے بہتر ہوا -

یہ اسکیم اگر اس دور جہالت مین ناکام رہی تو اس مین حیرت کی کوئی بات نہین حیرت انگیز یہ امر ہے کہ یہ کسی حد تک بھی کامیاب کیونکر ہوئی، پورے تین برس تک یہ سکے چلتے رہے، جب جاکر کہین ناکامی کے علامات ظاہر ہوئے، برنی کی روایت کہ ہر ہندو کا گھر ٹکسال بنگیا، سخت مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ ایک تو یہ سکے نہایت سبک و نازک ہوتے تھے، دوسرے یہ کہ جعلی سکہ بنانے کے مجرمون کی سزاؤن کا کہین ذکر نہین، جعل کا رواج غالبًا دکن کے علاقون مین البتہ پڑا جہان بہمنی فرمانرواؤن کو آگے چل کر اس انکشاف نے سخت نقصان پہنچایا، کہ ہر سنار کو سکہ ڈہالنے کا حق حاصل ہے، لیکن جعلی سکون سے

کہین بڑھ چڑھکر یہ غضب ہوا کہ صوبجات بعیدہ کے مہاجنون نے جتنے سونے اور چاندی کے سکے [illegible]
سب کو خرید کر لینا شروع کیا، اور اس سے بیرونی تجارت مین خواہمخواہ خلل پڑگیا، قیمتی دہاتون کے
ذخیرہ مین اس سے جو کمی پڑگئی، کچھ اس نے، اور کچھ اس امر نے کہ چاندی کے سکے زیادہ مقدار مین ڈھلنا
موقوف ہو گئے تھے، قدرتی طور پر جدید فرضی سکون کی قیمت بہت گرادی، سلطان نے غایت دیانت
اور معاملات مالی کے اصول شناسی سے حسب عادت فوراً زر فرضی کو منسوخ کرکے پیتل کے تمام سکے واپس
خرید لئے، یہ کاروائی پُرمصارف ضرور ثابت ہوئی، لیکن اس سے تلبیس زر کا سدِ باب ہوگیا، اور ساکھ
ایسی قائم ہوگئی کہ ابن بطوطہ جس نے دو ہی سال کے بعد اس ملک کی سیاحت کی، اس امر کی طرف
اشارہ تک نہین کرتا، اِس سارے معاملہ پر نظر کرنیکے بعد فیصلہ یہ کرنا پڑتا ہے کہ ایک اہم دشواری کا
یہ ایک معقول حل تھا، یہ ناکام رہا، مگر کوئی دوسری صورت بھی تو کامیابی کی نہین ہو سکتی تھی،

اسکے بعد تسخیر خراسان کا نمبر آتا ہے، جسپر برنی و متاخرین اسقدر مضحکہ کرتے ہین کہ سلطان کا خیال
واقعی ایسا ہی مہمل اور نرالا تھا، جیسا کہ ان مورخین کا بیان ہے، گذشتہ فاتحین اسلام، محمود غزنوی
و شہاب الدین غوری کے تحت مین شمالی ہند اور خراسان دونون تھے، خود علاؤ الدین کی جو دہلی کا آخری
زبردست فرمانروا تھا، یہی تمنا تھی، شیر شاہ جو خاندان تغلق کے مقابلہ مین کہین کم مقدرت رکھتا تھا اُسکے
حوصلے تو اس سے کہین بڑھ چڑھ کر تھے، درانحالیکہ شیر شاہ کی دیوانگی و حماقت کا کوئی بھی مدعی نہین پھر
کیا چودہوین صدی مین یہ ارادہ ناممکن العمل تھا؟ ایران کی قوت ابو سعید کے تنزل پذیر زمانہ مین
ٹوٹ چکی تھی، اُسکا بڑا حمایتی امیر شابان جو پچھلے حملہ آورون کے مقابلہ مین سپر کا کام دیتا رہا، دنیا سے
رخصت ہو چکا تھا، اسکی شمالی و مغربی سرحدون پر جو دو سلطنتین تھین وہ ایسی مخالف تھین کہ بجز مال
غنیمت مین حصہ لگانے کے انگلی تک نہ اٹھاتین، اُن مین سے ایک یعنی خاندان چغتائی کا تاجدار ترمشیرین
خود ایک سے زاید بار حملۂ خراسان کی تیاری کر چکا تھا، اور اسوقت محمد تغلق کا حلیف تھا، دوسرا

[سلط]ان مصر تھا، جو مغربی سرحد پر دانت لگائے ہوئے تھا، اُسکے خوف سے بہت سی ایرانی فوج وہین
[رکی] ہوئی تھی، اور محمد تغلق نے اُسکے پاس بھی سفیر بھیجا، یہ منصوبہ عملاً حملہ کی شکل مین آنے کے کہانتک قریب
[پہن]چگیا تھا، اسکا اندازہ خود سلطان کے طرز عمل سے ہو سکتا ہے، اُس نے خراسان کے امراء اور سردارون کو
[...]ی الف بھیجے اور رشوتین دین، اُنکے معنی صرف یہی تھے کہ حملہ کا ارادہ عنقریب تھا، ورنہ اگر مستقبل بعید
[کے] لئے یہ منصوبہ ہوتا تو اسوقت یہ تمام چیزین قطعاً لاحاصل تھین، اسی طرح فوج کی بھرتی بھی اسی امر پر
[دلا]لت کرتی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ارادہ عین وقت پر ملتوی کیا گیا، گو یہ ممکن ہے کہ یہ فیصلہ
[ک]رنے مین کچھ تاخیر ہوئی ہو،

مگر یہ منصوبہ آخر ادہورا کیون رہا؟ برنی اُسکے اسباب کو یا تو قصداً پی جاتا ہے، اور یا چونکہ
[ہ]ندوستان کے باہر کے حالات سے قطعاً ناواقف ہے، اِسلئے بیان کر ہی نہین سکتا، اور دوسرے
[ہ]ندوستانی مصنفین بھی اسی کی طرح خاموش ہین، خوش قسمتی سے بعض دوسرے ذرائع موجود ہین، اور
[ان] سے ہم یہ سمجھ سکتے ہین کہ اس کامیاب ہونے والی تجویز کے ادہورے رہجانے کے غالباً یہ
[ت]ین اسباب ہوئے،

(۱) اولاً سلطان مصر کا شرکت سے انکار، اور شاہ ابو سعید سے اُسکے مراسم اتحاد کی تجدید،

(۲) ثانیاً چین کی غیر متوقع مداخلت جو ترماشیرین کو ایک سرکش ماتحت اور شورش انگیز ہمسایہ کی
[ح]یثیت سے دیکھتا تھا، اور جسے اُسکے اقتدار مین اضافہ قدرۃً ناگوار ہوا، یہ مداخلت اس شکل مین
[ظا]ہر ہوئی کہ ابو سعید کے والد متوفی کو خطاب عطا کیا، یہ عطاے خطاب چین کے طرز عمل کے لحاظ سے
[خا]ص طور پر اہم و معنی خیز تھا،

(۳) تیسرا اور سب سے قطعی سبب یہ ہوا کہ ترماشیرین کو جو چار سال سے سرحد خراسان پر حملہ کی
[ش]رکت کے انتظار مین تھا، خود اسی کے سرکش امراء نے معزول کر دیا، ان اتحادیون کے ٹوٹ

جانے کے بعد محمد تغلق کی یہ کمال عقلمندی تھی کہ تن تنہا اس مہم عظیم سے دست بردار ہوگیا،

لیکن اگر یہ منصوبہ سلطان دہلی کے بساط سے بڑھکر تھا، تو تسخیر چین کا خیال تو یقیناً مجنونانہ کہا جائیگا؟ بیشک یہ خیال مجنونانہ تھا اگر اسکے معنی یہ تھے کہ ہمالیہ و تبت کا سفر اختیار کرکے پیکن کے دروازون پر حصول فتح کی امید کیجاتی، لیکن اصل یہ ہے کہ سلطان پر جتنے الزامات لگائے جاتے ہین وہ ان مین سب سے زیادہ نامنصفانہ ہے، اسلئے کہ اسکی بنیاد ضعیف ترین شہادت پر ہے، نیز تعلقات خارجہ کی ایسی ناواقفیت پر جسکا مجرم محمد تغلق ہرگز نہین ہوسکتا، دراصل مہم کارجل کا مقصود بالکل متعین تھا، یعنی ایک ہمسایہ پہاڑی کی ریاست کی تسخیر جو شاید ایک مبہم طور پر اپنے تئین چین کے زیر اقتدار کہتی تھی، اس مہم کا تعلق سال گذشتہ کی تسخیر کانگڑا سے تھا، اور ممکن ہے کہ اسی کا ایک جزو ہو، اس امر کے یقین کرنے کے کافی وجوہ ہین کہ جس ضلع پر فوجکشی ہوئی تھی وہ وہی ہے جو آج کانو کے نام سے موسوم ہے، اور مدعا یہ تھا کہ دہلی کے اقتدار کو ہمالیہ کی قریب ترین ریاست تک وسیع کیا جائے، یہ مہم پوری طرح کامیاب رہی، اور اسکا مقصود حاصل ہوگیا، گو برنی اس تصریح کو نظرانداز کرجاتا ہے،

اسکے بعد جیسا کہ ایک دوسرے مورخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے مصیبت کی صورت یون پیدا ہوئی کہ فوج کا ایک دستہ اپنے افسرون کے احکام کے برخلاف سرحد کے پار بڑھتا ہوا چلا گیا، اور غالباً مان سرور جھیل کے مضافات مین گھر گیا، اتنے مین شدید بارش ہونے لگی، اور اس کوہستانی بارش نے افواج سلطانی کو انتہائی مصائب مین مبتلا کردیا، تاریخ قدیم ان واقعات سے لبریز ہے، کہ موجودہ یورپین نظام حرب سے پیشتر جب کبھی بھی اچانک بارش ہوئی، شمالی ہند کی افواج ہمیشہ ایک بلاے ناگہانی مین مبتلا ہوگئی ہین، اور محکمہ حفظان صحت کی بدانتظامیون نے ہمیشہ وبائین پیدا کردی ہین، سپاہیون کی طرح حریص افسرون نے بھی رخصت کی درخواستین دے دیکر دہلی کو مراجعت شروع کی، راستہ مین ان خستہ و خراب، ملول و علیل، منتشر و بے سروسامان مسافرون پر پہاڑی جرگون نے

حملے شروع کردیئے، ان افسوسناک حالات نے عموماً مورخین کے متخیلہ کو اتنا موثر کیا کہ وہ یہ ذکر کرنا بھول گئے، کہ علاقہ کا الحاق بہرصورت دہلی سے ہوگیا، اور یہ تخلیہ محض عارضی تھا، متلون مزاج پبلک مقصود اصلی کی کامیابی کو نہین دیکھتی، اور محض نااہل افسرون کے سبب سے جو مصیبتین پیش آئین ان کا الزام سلطان کے سر رکھتی ہے،

اس عہد کی بغاوتون پر بحث کرنا ضروری نہ تھا، اسلئے کہ جیسے سب کی حکومتون مین بغاوتین ہوتی رہتی ہین، اُنکے عہد مین بھی ہوئین، فرق صرف اتنا رہا کہ سلطان نے باغیون کے سردارون کے ساتھ عموماً نرمی کا برتاؤ کیا، لیکن برنی حسب عادت یہان بھی سلطان کے خلاف زہر اُگلنے مین کمی نہین کرتا۔

لیکن برنی کے تعصبات اور رنگ آمیزیون کی تنقیح سے اگرچہ سلطان کی سیرت و طرز عمل کے متعلق صحیح رائے قائم ہوسکتی ہے، تاہم اس سے یہ نہین کھل سکتا کہ آخر سلطان کے طرز عمل کے خلاف اسقدر برہمی پیدا کیون ہوئی؟ برنی کے تعصب و آزردگی کے یہ تین اسباب آسانی سے ہوسکتے تھے، یا یہ کہ برنی کا وطن جس علاقہ کا مرکز تھا، وہان کی بغاوت فرو کرنے مین ممکن ہے کہ خود برنی کو ذاتی طور پر کوئی نقصان پہنچا ہو، یا یہ کہ اپنی ترفع و ترقی کی کوششون مین ناکامی رہی ہو، یا یہ کہ سلطان کا روزافزون انحطاط دیکھکر اُسکے قلب کو سخت صدمہ ہوا ہو، مگر یہ تینون احتمال اسلئے باطل ہین کہ اول الذکر کا خفیف سا بھی ثبوت نہین، دوسرے سبب کے متعلق صرف ایک اشارہ ملتا ہے، مگر اس سے سلطان ہی کی غلطی ثابت ہوتی ہے، تیسرے احتمال کی تردید خود برنی کا ہلکا لہجہ کر رہا ہے،

اسکا اصلی سبب ایک اور گہرے مسئلہ مین پوشیدہ ہے، جسپر عموماً مورخین کی نظر نہ ہونے سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا بہت کچھ حصہ ناقابل فہم ہوگیا ہے، التمش سے لیکر اورنگ زیب تک انتظام سلطنت کے دو بالکل مختلف اصول رہے ہین، ایک گروہ، حکومت اور نظم و نسق مین احکام قرآنی

اور آثار خلفاء راشدین کا متبع تھا، دوسرا فرقہ اسطرف گیا کہ بالفاظ علاؤ الدین "مین ضرورت وقت اور فلاح سلطنت کے حق مین جو کچھ مناسب پاتا ہون، اُسی پر عمل کرتا ہون، خواہ وہ شرع کے موافق ہو یا نہو، اور اپنا انصاف خدا کے اوپر چھوڑتا ہون" مورخین عموماً فرقۂ اول سے تعلق رکھنے والے ہوئے ہین، اسلئے انکی معدلت گاہ مین سلاطین کی اصلی اہلیت اور طریق عمل سے بالکل قطع نظر کر کے انکی مدح وذم کا معیار تمامتر یہی امر قرار پاجاتا ہے کہ کون بادشاہ کس حدتک خود انکے فرقہ کی موافقت مین ہے جن سلاطین کی مداحی ہوتی ہے، وہ وہی ہوتے ہین جو متشرع مگر نااہل، خوش عقیدہ مگر ناکامیاب ثابت ہو چکے ہین، مثلاً ناصر الدین محمود جو تمامتر بلبن کا ساختہ پرداختہ تھا، اور جو دن بھر قرآن کی کتابت کرتا رہتا تھا، یا فیروز شاہ تغلق، جسکے تشرع نے سلطنت کی بنیادین متزلزل کر دین کوئی حکمران خواہ کتنا ہی قابل ہوتا اور خواہ کتنی ہی کامیابیان حاصل کرتا، اگر وہ اصول ثانی الذکر کی پیروی کرتا اور علماء کی جانب سے بے اعتنائی کرتا، تو اسکی ہر تجویز اور ہر کارروائی کی مخالفت کیجاتی، اسکے خلاف بغاوتین کیجاتین، اُسے بدنام کیا جاتا، یا کم از کم یہ کہ اُسکی ہجو ملیح کیجاتی، التمش بت شکن کی تحسین کیجاتی ہے، مگر اس نے رضیہ کو جو اپنا جائز جانشین مقرر کیا، اُسکی مخالفت کیگئی، اور اُسکی حکمرانی کو غدر و بغاوت کے سلسلہ نامتناہی سے ناممکن کر دیا گیا، علاء والدین نے مغلون کی مدافعت مین کارنمایان انجام دیئے، حدود سلطنت کی توسیع کی، اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہندوؤن سے مخالفت رکھی، اس بنا پر اُسے یقیناً مدح و تحسین کا مورد ہونا چاہئے تھا لیکن تاریخون مین اسکی حکومت کے بیان کا سب سے بڑا جزو اسکے اصول نظم ونسق پر نکتہ چینی سے لبریز ہوتا ہے، اور تو اور اکبر تک باوجود اپنے کارنامون کے سخت و درشت نکتہ چینون سے محفوظ نہین۔

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

ہندو مذہب اور بت پرستی

مہا مہوپادھیا پنڈت گنگا ناتھ جھا، ایم، اے، ڈی، لٹ سے ناظرین معارف روشناس ہو چکے ہین، حال مین انھون نے ایک مضمون ہندوستان ریویو (الہ آباد) مین "ہندو مذہب اور بت پرستی" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جسمین وہ فرماتے ہین کہ ہندو مذہب کے شعبۂ عبادات کا اصل اصول بت پرستی ہے، یعنی پتھر اور دہات کی بنی ہوئی مورتون کی پرستش، لیکن یہ ایک ایسی پست طرز عبادت ہے، کہ ہر شخص کو اُس پر حیرت ہوتی ہے، کہ ہندو مذہب نے جسکے ہان اعلیٰ سے اعلیٰ فلسفہ اور حکمت موجود ہے، ایسی جاہلانہ رسم کو کیونکر فرض قرار دیا، مخالفین اسپر سخت سے سخت اعتراض کرتے ہین، اور موافقین مین سے بھی اکثرون نے صاف صاف یہی کہدیا کہ بت پرستی ہندو مذہب کا جزو نہین ہے، چیتنیہ، کبیر داس، بابا نانک، دیانند سرسوتی، راجہ رام موہن رائے، ان سبکو مغز اسی مین نظر آیا کہ سرے سے اس طریق عبادت ہی سے انکار کر دین حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بت پرستی ہندو مذہب کا جزو لاینفک ہے،

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ ہندو مذہب کی تعریف کیا ہے؟ یا یہ کہ ہندو کا اطلاق کس شخص پر ہو سکیگا پنڈت جی کہتے ہین کہ ہندو مذہب کا خاصۂ امتیازی اسکی ہمہ گیری ہے، یعنی اسکے تحت مین تقریباً ہر قسم کے عقاید شامل ہو سکتے ہین، دنیا کے تمام مذاہب اپنا ایک مخصوص نظام معتقدات رکھتے ہین، جسکے کسی جزو سے انکار کرنا اس مذہب سے خارج ہو جانا ہے، لیکن ہندوؤن کے ہان کوئی ضابطۂ معتقدات نہین، ہر وہ شخص جو وحی والہام کا قائل ہے، ہندو ہے، عام اس سے کہ وہ دنیا کی کسی کتاب کو بھی الہامی سمجھے، ہندوؤن کے مشہور فرقہ مماسانے جس نے بدھ مذہب کے مقابلہ مین ہندو مذہب کی زندگی قائم رکھی تو

ہندو کے لئے خالق کائنات پر ایمان رکھنے کی قید اُڑادی، اور پوران کے تعلیم کیے ہوئے دیوتاؤن کے وجود سے انکار کردیا، ہندو مذہب دنیا کے ہر مذاق طبیعت اور ہر صلاحیت دماغ کی مطابقت کرنا چاہتا ہے، اور اسلئے اُس نے اپنے لئے نہ کوئی خاص "کلمہ" رکھا ہے اور نہ کوئی ضابطہ معتقدات،

اس اصل الاصول کو ملحوظ رکھنے کے بعد یہ لازمی تہا کہ ہندو مذہب اپنے ہان کا طریق عبادت ایسا رکھے جو عامۃ الناس کی سطح دماغی کے بالکل مطابق ہو، اور ظاہر ہے کہ یہ مقابلہ ایک ہستی مطلق کی پرستش کے جو زمان و مکان کے قیود سے آزاد ہو، ایک جسم مرئی و محسوس کی عبادت کرنا عام نفوس کے لئے کسقدر آسان ہے!

ہندو مذہب کی اصلی تعلیم تعدد آلہہ کی ہرگز نہین، رگ وید مین متعدد اشلوک ایسے ہین جنمین یہ کہا گیا ہے کہ تمام مختلف دیوتا ایک ذات واحد کے مظاہر ہین، اس کثرت کے عقب مین ایک وحدت جلوہ گر ہے، اس ہستی کا نام وید کی اصطلاح مین پرجاپتی ہے، جسکے لفظی معنی "رب العالمین" کے ہین، اور جو عالم و مافی العالم کی خالق ہے، توحید خالص کے لئے اتنا بتادینا کافی تہا، لیکن وید نے ایک قدم اس سے بھی آگے بڑہایا اور کہا کہ وہ ہستی مطلق ہر قسم کے اضافیات و قیود سے اسقدر بالاتر ہے کہ اسے کسی اسم تک سے موسوم نہین کرسکتے،

لیکن ایسی ہستی کا تصور جو انسانی ادراک و احساس کی گرفت سے باہر ہو، کتنے اشخاص کے امکان مین ہے؟ اور اگر اسی ہستی مطلق کی عبادت فرض قرار دیدیجاتی، تو کون شخص دل سے اسکی عبادت پر آمادہ ہوتا، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہندو مذہب نے اپنے پیرودن کے سامنے مطلق کو مقید کی شکل مین پیش کیا، عبادت مین اگر دل شریک ہے، تو ناگزیر ہے، کہ پہلے ذہن یکسوئی کے ساتھ تصور قائم کرسکے، لیکن یہ تصور جمانے اور ذہن مین یکسوئی پیدا کرنے کی سب سے آسان و قابل عمل شکل یہ ہے کہ آنکھون کے سامنے کوئی محسوس و مادی جسم موجود ہو، یہ جسم خدا ہرگز نہین ہوتا، البتہ مظہر خدا ہوتا ہے، شان خدا کائنات کے

ذرہ ذرہ مین جلوہ گر رہتی ہے، کوئی وجہ نہین کہ مورت مین نہو، پس پجاری مورت مین خدا کا جلوہ دیکہتا ہے اور اسکی وساطت سے حقیقی و نادیدہ خدا تک پہنچنا چاہتا ہے،

آخر مین پنڈت جی لکھتے ہین:-

"بت پرستی درحقیقت مظہر پرستی کے مرادف ہے، اور مظہر پرستی سے ہمارا کون سا شعبۂ حیات خالی ہے؟ خود زبان بجز مظہر پرستی کے اور کیا ہے؟ (یعنی لفظ بول کر ہم اسکا معنی یا مدلول مراد لیتے ہین) کتابون کے ذخیرہ کو ہم کتبخانہ سے موسوم کرتے ہین، حالانکہ کتاب اور کتبخانہ ایک چیز نہین،.... ٹھیک اسی طرح خدا کی مورت محض اسکی ایک آسان مظہر ہوتی ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم باسانی پرستش کرسکین، اور تصور جما سکین، اسلئے کہ بمقابلہ ایک تصور مجرد کے ایک مادی شے پر ذہن کو یکسو رکھنا بدرجہا آسان ہے، اگر ہندو مذہب فلسفیانہ حقیقت پر زور دیکر تصور مجرد کی پرستش پر اصرار کرتا رہتا تو اسکی اصلی خصوصیت یعنی ہمہ گیری کا خاتمہ تہا، اور وہ، بجاے عالمگیر مذہب ہونے کے معدودے چند کا مذہب رہجاتا جو ویدانت کا دقیق و عظیم الشان فلسفہ توحید سمجھ سکتے ہین۔

کہا جاتا ہے کہ جاہلون کو بت پرستی کی اجازت دیدینے سے انکی جہالت قائم رہتی ہے اور اصل حقیقت سے وہ گمراہ رہتے ہین، لیکن یہ صحیح نہین کہ پجاری کو اسکی تعلیم دیجاتی ہے، کہ بت خدا ہے بلکہ وہ جانتا رہتا ہے کہ یہ محض اسکی شبیہ یا مورت ہے، اب اگر اس شخص کو غیر متشکل ہستی مطلق کی تعلیم دیکر اسے بتون کی پوجا سے باز رکہا جائے تو وہ مخبوط ہوکر رہجائیگا، اور گو وہ ناقص طرز پرستش ترک کردیگا، لیکن اسکے معاوضہ مین اسکی روح کس شے سے تسکین حاصل کریگی؟ غیر متشکل ہستی مطلق یقیناً اسکے ذہن کی گرفت سے باہر ہے، پھر آخر نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ کہ اسکی روحانی زندگی کا یکسر خاتمہ ہوجائیگا، اور سارا بار معصیت ان بزرگ کے سر رہیگا جو اُسے ہستی مطلق کا فلسفہ سمجھانا چاہتے تھے"

ایسے ہی موقع کے لئے سری کرشن کا یہ ارشاد ہے:-

"جو حقیقت کامل سے واقف ہے اسے ان لوگون کا عقیدہ متزلزل نہ کرنا چاہیئے جو حقیقت ناقص ہی سے واقف ہین"

معارف: لیکن کیا بت پرستی کے بغیر عوام کے سطح دماغی کے مطابق کوئی اور سادہ حقیقت نہین ہو سکتی، اور کیا یہ صحیح نہین ہے کہ عوام اہل ہند ان مادی صورتون مین پھنسکر اصل ہستی مطلق کو بھلا بیٹھے ہین؟ کیا ہندویت سے باہر ناقص العقل عوام کا وجود نہین، اور وہ اپنے سادہ غیر مادی اعتقاد پر مطمئن نہین ہین؟

ایک زنانہ ملک

قدیم تاریخون مین اس قسم کی متعدد روایات ملتی ہین کہ فلان ملک کی آبادی تمامتر طبقۂ نسوان پر مشتمل تھی، لیکن عموماً مورخون نے ان روایات وحکایات کو ہمیشہ پایۂ استناد سے ساقط سمجھا اور انہین تاریخی واقعات وحقائق کا درجہ شاید کبھی نصیب نہین ہوا، مگر حال مین انگلستان کے ایک سائنٹفک رسالہ پاپولر سائنس سفتنگز نے ایک مستند سائنس دان کے حوالہ سے اس قالب مین پھر روح ڈالنے کی کوشش کی ہے،

رسالہ مذکور لکھتا ہے کہ ڈاکٹر الگزنڈر ہملٹن رائس، ایک معتبر سیاح اور علم الاقوام کے محقق ہین، وہ بیان کرتے ہین کہ امریکہ مین دریاے امیزن کے بالائی کنارون کے آس پاس جو قبیلہ آباد ہے وہ بھی امیزن ہی کے نام سے موسوم ہے، اس قبیلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمین تمامتر عورتون کی آبادی ہے، اور یہ اس عہد قدیم کی زندہ یادگار ہے جسے سائنس کی اصطلاح مین "دورِ امومت" سے تعبیر کرتے ہین،

اس مملکت کی فرمانروا ایک ملکہ ہے، اور جملہ امور سلطنت زنانہ ہاتھون ہی سے انجام پاتے ہین، یہ عورتین فنِ سپہگری مین طاق ہین، اور پولیس اور فوج کے کل فرائض مردانہ وار انجام دیتی ہین، مردون کا داخلہ اس سرزمین پر قطعاً ممنوع ہے، البتہ سال کے ایک مخصوص مہینہ، مئی یا جون مین اُنکے داخلہ کی

اجازت ہوتی ہے، لیکن اُسوقت بھی اذنِ عام نہین ہوتا، بلکہ جتنے مرد داخل ہونیکے خواہشمند ہوتے ہین ان مین سے ایک محدود تعداد کا انتخاب خود ملکہ کرتی ہے، اور انتخاب کا معیار انکی صحت اور قویٰ کی مضبوطی ہوتی ہے، جونہی مدت معینہ ختم ہوتی ہے تمام افراد ذکور حدود ملک سے خارج کردیئے جاتے ہین اور انکی جو اولادین ہوتی ہین ان مین سے لڑکیان زندہ رکھی جاتی ہین اور لڑکے قتل کردیئے جاتے ہین، یا اگر اُنکے والد دوسرے سال آکر انہین لیجانا چاہین تو اُنکے حوالہ کردیئے جاتے ہین، آگے چلکر ڈاکٹر موصوف لکھتے ہین،

"اگر یہ موقت شوہر اپنے فرائض معلومہ ومدت معینہ کے خاتمہ پر واپس جانے سے انکار کرین یا کہین چُپ رہنا چاہین تو سخت بیدردی کے ساتھ قتل کردیئے جاتے ہین، یہ عورتین جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے، اعلیٰ درجہ کی سپاہی ہوتی ہین انکے نشانے غضب کے ہوتے ہین، تیراندازی اور برچھیون کے استعمال مین کمال رکھتی ہین اور انکی برچھیان زہر مین بجھی ہوتی ہین"

ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ یہ عورتین غیر معمولی حسن وجمال سے آراستہ ہوتی ہین، لیکن انکی جو تصاویر رسالہ مذکور مین شایع ہوتی ہین اُنسے اس بیان کی تصدیق نہین ہوتی، اور ساتھ ہی مضبوط جسم وجثہ کی بھی ہوتی ہین، اُنکی موجودہ ملکہ ایک جنگجو اور مردانہ سیرت کی فرمانروا ہے جو مَرد کے سایہ سے بھی بھاگتی ہے،

زمانہ گذشتہ مین ہمسایہ قبائل نے نازنینون کی اس آبادی پر بارہا حملے کئے، لیکن یہ نازنین اپنی تحفظ آزادی کے لئے اس پامردی سے لڑین کہ حملہ آورون کو ہربار ناکام ہونا پڑا، نتیجہ یہ ہوکہ اب ان علاقون مین ایسا سکون وامن ہے جو متمدن دنیا کے خواب وخیال مین نہین آسکتا، نہ یہ لوگ کسی پر فوج کشی کرتے ہین نہ کوئی ان پر حملہ کا قصد کرتا ہے،

باہر کی عورتین بھی اس ملک مین آباد ہوجانا اور حقوقِ شہریت حاصل کرلینے مین کامیاب ہوسکتی ہین، بشرطیکہ وہ اس ملک کے ضوابط وقوانین کی پابندی کا عہد کرین،

ادبیات

سخن حبیب

جناب مولانا حبیب الرحمن خان حسرت شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ

عشوۂ رہزنِ دین شد منِ حیرانے را — کہ از و نیست بجا ہوش مسلمانے را

گر بگردی بہ بیابان مدینہ یابی — کردہ ہر ذرہ بہ بر تیر رخشانے را

ای نسیم سحری رشحہ فیضے زان کو — تا زنی آب تسلی دلِ سوزانے را

بنما جلوۂ زاین چہرۂ رشکِ مینو — تا کنی رو کشِ جنت دل ویرانے را

بر سرِ گور غریبان چو بیائی روزے — بینی افتادہ بہر گوشہ ارمانے را

دل پریروئے اگر بردہ ز من نیست عجب — اہرمن بردہ ز کف "مُہر سلیمانے" را

جز دو زلفش کہ خوش آسودہ بقرب عارض — کہ نشان یافتہ آسودہ پریشانے را

گر خرامی بصفاہانِ خیالم بینی — رو نما خواستہ ہر جلوۂ ایرانے را

طبع حسرت پروانی ست ازان فرزانہ — گو ہر سفتہ سبب جوشش عمانے را

جبر و اختیار

پروفیسر آغا عبد الرحیم شعری مدرس فارسی بہاء الدین کالج جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ)

ہر کس بہ وہم خویش چو ز فہم خود بکار — در وضع دینی و فلک و آفریدگار

ناقص بماند وہم چو محدود بود فہم — مسدود بود راہ در آنجا نیافت بار

بر جیر تش فزود ز ہر سو کہ او فگند — پیچان کمند وہم برین بام انکار

سلہ اس سے آپ مراد نہیں ہیں، یعنی اڈیٹر معارف،

بس صد ہزار سر کہ درین رہ ز پای ماند — چندین ہزار پای کہ ماند عاقبت ز کار

دست قضا چو عاقبتش دید کار تنگ — چون اشتران بار بہ بردنش کشان مہار

مرگش چنان ربود کہ نامد از و خبر — خاکش چنان فشرد کہ بر خاست زو غبار

زینسان قیاس کن بہ نبات و جماد پس — ہر حادثے زوال پذیرد بہ اعتبار

برخے گمان کنند کہ روزِ جزا خدا — بخشد یکی بنور و فرستد یکے بنار

بعضی بہ فکر اینکہ ز تنزویر ہای پیش — رستند و می رہند و بہشت ست مزد کار

غفار را بطاعتِ تو احتیاج چہ — یا از گناہِ تو چہ زیانش رسد بکار

گر خواہد انتقام کشند درہمین جہان — گویا کہ کو نہ است ورا دست اقتدار

گویند فی المثل ز پئے امتحان بہ حشر — خلاق می زند بہ محک خلق را عیار

ان کو تمام عیار بر آمد بخلد رفت — وانکس کہ کم عیار، معلق رود بنار

پس زین دو حال کار برون نیست گفتمت — گوشِ سخن شنو اگرت ہست گوشدار

گر خالص آفرید چرا بایدش محک — ور قلب بود زر بہ من و دیگرے چہ کار

وانکس کہ مدعی است برین فکر یکبرین — زین نغز تر سخن اگرش ہست گو، بیار

دنیاست صید گاہ و قضا و قدر زپی — صیاد سان دو ان و تن آدمی شکار

ہرگز قضا قضا نشد و تیر او خطا — تقدیر ہر چہ بود مقرر شد آشکار

شعری تو رخشِ ہمتِ خود تاز دو بران

دند طلب بکوش کہ حق با تو باد یار

نوائے دِل

پروفیسر نواب علی ایم۔ اے بروده کالج

سنتا نہین جہان مین کوئی ماجرائے دل
یارب کہان چلے گئے درد آشنائے دل

مانا کہ لب کرینگے نہ فریاد برملا
کوہ الم سے آئیگی لیکن صدائے دل

سنکر وجد ول کے ہین جو زور وشور سے
خلوت مین کس سے کہتے ہین وہ مدعائے دل

ہر ذرہ کائنات کا گویائے حال ہے
سمجھا نہ اُسکو خاک بھی کوئی سوائے دل

مجبوریان ہتین لائین جو رنگ اختیار کا
ای حسن یار کیا ہے سراسر خطائے دل؟

واقف ہوا جو لذتِ ادراک سے تو خیر
احساس حُسن ہو تو یہ ہے ارتقائے دل

ترتیب کائنات ہے آئینہ حسن کا
وہ کون شئے تھی جسکو وہ رکہتی بجائے دل

تھا قلب سادہ چاہیئے "قلب سلیم" ہو
وہ ابتدائے دل تھی یہ ہے انتہائے دل

امیدوار ہین نظرِ لطف یار کے
ہے منحصر اسی پہ فنا و بقائے دل

اے علم وہ "حجاب" ہو نواب کے لئے
چمن چمن کے جس سے جلوہ نما ہو صفائے دل

اخبار علمیہ

دنیا مین ابتک پیام رسانی کا سب سے تیز ذریعہ تار خیال کیا جاتا تھا، لیکن حال مین جب ایک طیارہ لندن سے میڈرڈ (اسپین) کے لئے روانہ ہوا اور اسکی روانگی کی اطلاع تار کے ذریعہ سے دیگئی تو تار ۱۵½ گھنٹہ مین پہنچا، حالانکہ طیارہ اس سے ۲½ گھنٹہ پیشتر یعنی ۱۲½ گھنٹہ ہی مین پہنچ گیا تھا۔

جزیرہ نما ملایا مین ایک گوند اس قسم کا دریافت ہوا ہے جسمین زہر کا جزو دس سے بیس فی صدی تک موجود ہے، یہ اپنی نوعیت مین پہلی چیز ہے،

ڈاکٹر مرسیر اسوقت انگلستان مین امراض عصبی و دماغی کے نہایت ممتاز ماہر تھے، جنون و متعلقات جنون پر اُنکی متعدد تصانیف ہتین، نفسیات پر بھی وہ بعض اہم تصانیف کے مصنف تھے، انکا ایک خاص کارنامہ یہ ہے کہ سنہ ۱۲ مین انھون نے "نیو لاجک" (جدید منطق) کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی، جسمین ارسطو، مل، ہیگل، وغیرہ کے متعارف نظامات منطق پر اعتراضات کی بھرمار کر کے انھون نے اپنا ایک جدید نظام منطق پیش کیا، اسپر علمی حلقون مین ایک غلغلہ برپا ہو گیا، اور ابتک علمی مسائل مین برابر بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہا، ڈاکٹر موصوف نے دفعتہً ستمبر گذشتہ مین وفات پائی، اُنکی وفات سے انگلستان کی بزم علمی کا ایک رکن رکین اُٹھ گیا،

نظام شمسی یعنی آفتاب مع اپنے متعلقہ ثوابت و سیّارے کے چارون طرف سے ہنولا (ضیا بہ) سے محصور ہے۔ حال مین اسکے قطر کا اندازہ کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ ہنولا کے بعض ٹکڑے ایک دوسرے سے

اس مسافت کے مقابلہ مین دس ہزار گنے فاصلہ پر ہین، جتنی آفتاب اور کرۂ ارض کے درمیان ہے
اور یہ مسافت تقریباً ۹½ کروڑ میل ہے، اسی حساب سے نظام شمسی کا قطر......۹۲۵ میل ×
.... قرار پایا ہے، یعنی تقریباً..........۹۲۵ میل !! -

پچھلے دنون لندن مین یورپ و امریکا کی مشہور مشرقی مجالس کی جو متحدہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور جسکی خبر انعقاد پچھلے معارف مین درج ہو چکی ہے، اسمین امریکا کے پروفیسر کلے نے بیان کیا کہ مشرقی مسائل مین امریکہ مدت تک جرمنی کا دست نگر رہ چکا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ امریکی علماء اس غلامی سے آزادی حاصل کرین، چنانچہ گذشتہ ڈیڑھ برس مین پچیس[۲۵] ایسے امریکی علماء تیار ہو گئے ہین جو ایشیریا کے متعلق ہر قسم کی اعلے تحقیقات کا کام کر سکتے ہین، امریکی قوم چاہتی ہے کہ مشرقی مسائل مین خود اسی مین محققین پیدا ہون، جو اپنے قلم سے کتب لغات مرتب کرین، فلسطین جو مسائل مشرقیہ کی تحقیقات کے لئے امریکی درسگاہ (امریکن اسکول آف اورینٹیل ریسرچ) قائم تھی، اور جنگ کے باعث بند ہو گئی تھی، اور اب از سر نو کھل رہی ہے، اور اسی مقصد کے لئے جو انگریزی درسگاہ وسیع پیمانہ پر کھلنے والی ہے، اُسکے ساتھ شریک ہو کر کام کریگی،

برطانیہ کی مشہور سائنٹفک مجلس برٹش ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس (جیسا کہ معارف مین پہلے ہو چکا ہے) بمقام بورنموتھ ستمبر کے دوسرے ہفتہ مین منعقد ہوا، حاضرین کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار تھی صدر سر چارلس پارسن تھے، جو ایک مشہور انجینیر ہین، اور طبیعیات، کیمیائیات، تعلیمات وغیرہ ہر شعبہ کا ایک علحدہ صدر تھا، خطبات صدارت کے علاوہ تمام مباحث مین بھی اصلی زور سائنس کے مسائل متعلقہ جنگ پر تھا، بعض مقتدر علمی رسائل نے اسپر سخت تاسف کا اظہار کیا ہے،

طویل العمری کی سب سے حیرت انگیز مثال اسوقت امریکہ مین ملی ہے، کنٹکی کے کوہستانی علاقہ مین ایک شخص جان شل ہے، جسکی عمر کا مسئلہ آجکل نیشنل جیوگرفیکل سوسائٹی کے زیر تحقیقات ہے، یہ شخص خود اپنی زبان سے اپنی عمر ۱۱۸ سال بیان کرتا ہے، مگر ایک ہمسایہ جو ۹۰ سال سے متجاوز ہے اُنکا بیان ہے کہ شل کی عمر ۱۳۰ سے کم نہین، اور اسکے ثبوت مین وہ کہتا ہے کہ اس نے بارہا شل کے نام کی ایک ٹکس کی رسید دیکھی ہے، جسپر سنہ ۱۸۰۹ درج ہے، امریکہ مین ٹکس دہندہ کی عمر کم از کم ۲۱ سال ہونا چاہیئے، پس اگر اسوقت شل کی عمر ۲۱ ہی سال کی تھی تو اب اسکی عمر ۱۳۱ کی ہوتی ہے، شل کے قوی ابتک غیر معمولی طور پر اچھے ہین، وہ روزانہ کئی میل پیدل چلتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ ۲۰ میل روزانہ کی مسافت بلا تکان کرتا ہے، بندوق کا نشانہ ابتک خوب لگا لیتا ہے، اور بصارت ایسی اچھی ہے کہ گویا اسکی عمر ہنوز ۵۰ سال سے زاید نہین، باریک سے باریک تحریر پڑھ لیتا ہے، طرز زندگی اسکی بالکل سادہ ہے، اور اسی کو وہ اپنی طویل العمری کا سبب قرار دیتا ہے، دوائین کبھی استعمال نہین کرتا، شہد اور مچھلی کافی مقدار مین کہاتا ہے، مدت العمر مین یکے بعد دیگرے اس نے تین شادیان کی ہین، تیسری بیوی ابھی زندہ ہے، گیارہ اولادین ہین، اور پوتے، نواسے، پرپوتے اور پرنواسے شمار مین کئی سو ہین -

---

مشہور ملکتشف سر جے، سی، بوس، ۲۰- اکتوبر کو یورپ روانہ ہوئے، روانگی سے قبل اخبار بنگالی کے ایک نمایندہ سے انھون نے اس سفر کے مقصد پر حسب ذیل گفتگو کی:-

مین سفر مغرب ان انکشافات کے سلسلہ مین کر رہا ہون جو ہماری معتبر کوششون نے کئے ہین، سر دست مین انگلستان جا رہا ہون، اور ممکن ہے کہ وہان سے دیگر ممالک کا سفر اختیار کرون، یہ انکشافات کل تک ناممکن خیال کئے جاتے تھے اسلئے کہ انہین حدود ادراک سے

خارج خیال کیا جاتا تھا، لیکن اب وہ ان آلات کی وساطت سے حاصل ہوگئے جو حدود ادراک کے اندر ہین، یہ اکتشافات تمامتر ہندوستان ہی کی ملک ہین، ڈہائی ہزار سال سے زاید ہوا، کہ اس وقت بھی اکتشافات اہل ہند کو معلوم تھے، انقلاب زمانہ سے وہ ذہن سے نکل گئے، اور اب وہ قعر معدومیت سے پھر برآمد ہو رہے ہین، محنت اور محض محنت سے وہ پھر حاصل ہوسکتے ہین اسلئے محنت اور مسلسل محنت لازمی ہے، یہ اکتشافات ہندوستان کو دنیاے علم مین پھر اسی مرتبہ پر لے آئینگے جو اُسے ۲۵ صدیون پیشتر حاصل تھا"

"کیا یہ اکتشافات حیات نباتی سے متعلق ہین؟"

"نہین، انکا تعلق عام زندگی سے ہے، یہ ان واقعات سے متعلق ہین جو اتبک نامعلوم ولاینحل تھے"

باب التقریظ والانتقاد

منطق جدید

منطق استخراجی واستقرائی، مرتبہ میر عالم علیخان، بی، اے، بی، سی، ال - مطبوعہ اختر دکن پریس، افضل گنج، حیدرآباد، حجم ۳۴۵، قیمت عہ ؍

اردو مین اگرچہ منطق پر متعدد رسالے موجود ہین، جنمین مولانا نذیر احمد کا رسالہ مبادی الحکمۃ باوجود مختصر ہونے کے بھی خصوصیت کے ساتھ قابل تذکرہ ہے، تاہم ایک علمی زبان مین ایک ہی موضوع پر جس کثرت سے کتابین ہوتی ہین، اُسکے لحاظ سے اردو کی سطح ابتک پست ہے، میر عالم علیخان صاحب کی یہ کوشش بہرحال ہر پہلو سے لائق ستائش ہے کہ انھون نے اس ضروری بحث پر قلم اٹھایا،

منطق قدیم وجدید دونون کا ماخذ اصلی اگرچہ ارسطو ہی ہے، تاہم دیگر علوم جدیدہ کی طرح منطق جدیدہ کی طرح منطق جدید بھی بعض حیثیات سے منطق قدیم سے بہت آگے بڑھ گئی ہے، استقرار، طرق استقرار، تمثیل، توضیح، مغالطہ، یہ سب منطق جدید کے اہم عنوانات ہین، حالانکہ منطق قدیم کی عام ومتداول کتابین اُنکے ذکر سے تقریباً خاموش ہین، اسی طرح مباحث قیاس کی بھی ترتیب وتعبیر بہت کچھ بدل گئی ہے، پنجاب یونیورسٹی نے کئی سال ہوئے منطق استخراجی ومنطق استقرائی کے نام سے دو رسالے ترجمہ کرائے تھے، لیکن ضرورت اسکی تھی کہ منطق کے دونون شعبون، استخراج (قیاس) واستقرار پر یکجا نظر کیجائے، چنانچہ زیر نظر کتاب مین یہی کیا گیا ہے،

کتاب دیباچہ اور چار حصون مین منقسم ہے، دیباچہ مین تمہیدی مسائل، مثلاً موضوع منطق اور منطق و دیگر علوم کے تعلقات کا ذکر ہے، حصہ اول استخراج سے متعلق ہے، جسکے تحت مین حد، اقسام حدود،

قضیہ، اقسام قضایا، استدلال، اقسام استدلال، قیاس، اور اقسام و قواعد قیاس وغیرہ کا بیان ہے،

حصۂ دوم استقراء پر ہے، جسکے ذیل مین مفہوم استقراء، استقراء ناقص و صحیح، طرق استقراء، وغیرہ پر مباحث ہین، حصۂ سوم مین مغالطات پر نظر کیگئی ہے، اور حصہ چہارم مین مختصر تاریخ منطق بیان کیگئی ہے،

یہ ترتیب مضامین و تقسیم ابواب و فصول انگریزی کی عام کتب درسی کے بالکل مطابق ہے، البتہ تاریخ منطق کا عنوان عام انگریزی کتب مین نہین ملتا، یہ ہمارے اردو مولف کا ایک مفید اضافہ ہے، البتہ بعض دوسرے ضروری عنوانات رہ گئے ہین، مثلاً استقراء کے بعض ضمنی مباحث یا فصل چہارم مین بعض ضروری عنوانات،

مسائل کی توضیح و تشریح مین مولف نے اپنے ماخذ کی نہایت احتیاط سے پابندی کی، اسلئے لغزشون کا احتمال نہین رہا، البتہ بہتر ہوتا اگر مثالون مین مولف اپنی قوت اجتہاد سے زیادہ کام لیتے یعنی بجاے انگریزی کتابون کی فرسودہ و پامال مثالون کے نقل کر دینے کے عموماً اپنے گرد و پیش کے حالات و مشاہدات سے مثالین اخذ کرے۔

مصطلحات مین مولف نے پنجاب یونیورسٹی کی کتب مذکورہ بالا کا زیادہ تر تتبع کیا ہے مگر ان مین بکثرت مصطلحات ایسی ہین، جن سے صحیح تر مصطلحات ہمارے ہان پیشتر سے موجود ہین، قدیم اصطلاح کو ترک کرنا بیشک کوئی معصیت نہین، لیکن ایسا صرف اسی وقت کرنا چاہیئے جب اُسکی کوئی خاص ضرورت ہو، اور جدید اصطلاح قدیم کے مقابلہ مین بہتر ہو، ذیل مین انگریزی الفاظ کے ساتھ چند مصطلحات مندرجہ کتاب درج کئے جاتے ہین، اور انکے مقابل وہ مصطلحات ہین جو قدیم سے ہمارے ہان موجود ہین، مولف صاحب کو اگر ان سے اتفاق ہو تو امید ہے کہ طبع ثانی مین انکا لحاظ رکھین گے،

انگریزی لفظ	اصطلاح مندرجہ کتاب	اصطلاح قدیم
Term	لفظ	حد
Hypothesis	افتراض	تقدیر
Observation	معائنہ	مشاہدہ
Discrimination	قوت تفریقی	امتیاز
Generalization	قوت جنسی	تعمیم
Method of Agreement	قاعدہ موافقت	طریق طرد
" Difference	قاعدہ اختلاف	طریق عکس
Double method of agreement	طریقۃ المضاعف	طریق طرد یا التکرار
Method of Residues	طریقہ ما باقی	طریق طرح
" " Concomitant variation	طریقہ قرآن التبدیل،	طریق اختلاف الصفۃ او صف
Analogy	قرینہ	تمثیل
Explanation	تفسیر	توجیہ
Classification	اصطفاف	تنویع

اس طرح کی مثالین بکثرت ملتی ہین،

افسوس ہے کہ مولف نے جو احتیاط نفس مسائل کی تشریح مین برتی ہے، اسکی عشر عشیر بھی صحت زبان کے متعلق ملحوظ نہین رکھی ہے، یہ صحیح ہے کہ منطق کی کتاب ادب و انشاء کی تعلیم کے لئے نہین ہوتی، تاہم جس زبان مین کتاب لکھی جاے اسکی صحت تو بہر حال ملحوظ رکھنا چاہیئے، بہتر ہوگا کہ آیندہ اڈیشن پر کسی زبان دان شخص سے نظر ثانی کرا لی جائے،

اس قسم کی کتابون مین ایک ضروری شے فرہنگ مصطلحات ہوتی ہے، اس کتاب مین اسکا موجود نہونا ایک افسوسناک فروگذاشت ہے،

قضیہ، اقسام قضایا، استدلال، اقسام استدلال، قیاس، اور اقسام وقواعد قیاس وغیرہ کا بیان ہے،
حصۂ دوم استقراء پر ہے، جسکے ذیل مین مفہوم استقراء، استقراء ناقص وصحیح، طرق استقراء، وغیرہ پر
مباحث ہین، حصۂ سوم مین مغالطات پر نظر کیگئی ہے، اور حصہ چہارم مین مختصر تاریخ منطق بیان کیگئی ہے،

یہ ترتیب مضامین وتقسیم ابواب وفصول انگریزی کی عام کتب درسی کے بالکل مطابق ہے،
البتہ تاریخ منطق کا عنوان عام انگریزی کتب مین نہین ملتا، یہ ہمارے اردو مولف کا ایک مفید اضافہ ہے،
البتہ بعض دوسرے ضروری عنوانات رہ گئے ہین، مثلاً استقراء کے بعض ضمنی مباحث یا فصل
چہارم مین بعض ضروری عنوانات،

مسائل کی توضیح وتشریح مین مولف نے اپنے ماخذ کی نہایت احتیاط سے پابندی کی ہے، اسلئے
لغزشون کا احتمال نہین رہا، البتہ بہتر ہوتا اگر مثالون مین مولف اپنی قوت اجتہاد سے زیادہ کام لیتے یعنی
بجاے انگریزی کتابون کی فرسودہ وپامال مثالون کے نقل کردینے کے عموماً اپنے گردوپیش کے حالات
ومشاہدات سے مثالین اخذ کرے۔

مصطلحات مین مولف نے پنجاب یونیورسٹی کی کتب مذکورہ بالا کا زیادہ تر تتبع کیا ہے مگر ان مین
بکثرت مصطلحات ایسی ہین، جن سے صحیح تر مصطلحات ہمارے ہان پیشتر سے موجود ہین، قدیم اصطلاح کو
ترک کرنا بیشک کوئی معصیت نہین، لیکن ایسا صرف اسی وقت کرنا چاہیئے جب اُسکی کوئی خاص
ضرورت ہو، اور جدید اصطلاح قدیم کے مقابلہ مین بہتر ہو، ذیل مین انگریزی الفاظ کے ساتھ چند مصطلحات
مندرجہ کتاب درج کئے جاتے ہین، اور انکے مقابل وہ مصطلحات ہین جو قدیم سے ہمارے ہان
موجود ہین، مولف صاحب کو اگر ان سے اتفاق ہو تو امید ہے کہ طبع ثانی مین اُنکا لحاظ رکھین گے،

انگریزی لفظ	اصطلاح مندرجہ کتاب	اصطلاح قدیم
Term	لفظ	حد
Hypothesis	افتراض	تقدیر
Observation	معائنہ	مشاہدہ
Discrimination	قوت تفریقی	امتیاز
Generalization	قوت جنسی	تعمیم
Method of Agreement	قاعدہ موافقت	طریق طرد
" Difference	قاعدہ اختلاف	طریق عکس
Double method of agreement	طریقۂ المضاعف	طریق طرد یا التکرار
Method of Residues	طریقہ ماباقی	طریق طرح
" " Concomitant variation	طریقہ قرآن التبدیل،	طریق اختلاف الوصف او باوصف
Analogy	قرینہ	تمثیل
Explanation	تفسیر	توجیہ
Classification	اصطفاف	تنویع

اس طرح کی مثالین بکثرت ملتی ہین،

افسوس ہے کہ مولف نے جو احتیاط نفس مسائل کی تشریح مین برتی ہے، اسکی عشر عشیر بھی صحت
زبان کے متعلق ملحوظ نہین رکھی ہے، یہ صحیح ہے کہ منطق کی کتاب ادب وانشاء کی تعلیم کے لئے نہین
ہوتی، تاہم جس زبان مین کتاب لکھی جاے اسکی صحت تو بہرحال ملحوظ رکھنا چاہیئے، بہتر ہوگا کہ آئندہ
اڈیشن پر کسی زبان دان شخص سے نظر ثانی کرالی جائے،

اس قسم کی کتابون مین ایک ضروری شئے فرہنگ مصطلحات ہوتی ہے، اس کتاب مین اسکا
موجود نہونا ایک افسوسناک فروگذاشت ہے،

آخر مین جو تاریخ علم منطق بیان کیگئی ہے وہ مختلف حیثیات سے ناقص و نامکمل ہے، اول تو اس فن کا آغاز طالیس (تہیلز) سے کرنا صحیح نہین، دوسرے لاک، ہیوم وغیرہ کو جس بنا پر ائمۂ منطق مین شمار کیا گیا ہے، اسکے لحاظ سے ہر مشہور فلسفی کو امام منطق بھی قرار دینا چاہیئے، پھر تاریخ کا خاتمہ مل پر قطعیت کے ساتھ کر دیا گیا ہے، حالانکہ کینٹ و ہیگل نے اپنا جو نظام منطق قائم کیا اور جسے Bosanquet اور Sigwart وغیرہ نے ضخیم مجلدات کی شکل مین پیش کیا ہے، وہ ایک ذرہ بھی مل سے ماخوذ نہین، تازہ ترین نظام منطق جسکا نام ڈاکٹر مرسیر نے "نیو لاجک" رکھا ہے اُسکا بھی مختصر تذکرہ ضروری تھا،

باین ہمہ کتاب بہ حیثیت مجموعی اب بھی قابل قدر ہے، مولف صاحب کی سعی مستحق داد ہے، کتاب نہ صرف طلبہ کے لئے نہایت مفید ہے، بلکہ غیر انگریزی دان عام ناظرین بھی جو مغربی منطق سے واقف ہونا چاہتے ہین اُنکی تشفی ایک بڑی حد تک اس کتاب سے ہو سکتی ہے، جناب مولف اپنی پہلی کوشش مین جب اسقدر کامیاب رہے تو اُمید ہے کہ اُنکی آیندہ کوششین اس سے کہین زیادہ کامیاب ثابت ہونگی،

مطبوعات جدیدہ

تفسیر قرآن، مولوی شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری، جنھون نے ایک سال پہلے پارہ عم کی اردو تفسیر لکھکر شایع کی تھی، امسال اُنھون نے انتیسوین پارہ کی تفسیر شایع کی ہے، انکا ارادہ ہے کہ اسی طرح بتدریج وہ پوری تفسیر لکھکر اختتام کو پہنچا ئینگے، وہ لفظی و فقہی و ادبی اور دیگر متعلقہ تحقیقات سے قطع نظر کر کے نفس آیت کے مطلب کو موثر و دلنشین طریقہ عبارت مین لوگون کو سمجھانا چاہتے ہین اور غالباً اسی لئے انھون نے اپنی تفسیر مین الٹی قطع مسافت یعنی ۳۰ سے یکم کی طرف شروع کی ہے کہ ابتدائی سورتین مین احکام و مطالب عالیہ کی تحقیقات زیادہ ہین، اور آخری پارے نسبتہً زیادہ تر محض عقاید و اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہین،

تفسیر کا یہ دوسرا حصہ بھی اپنے مقصد مین پورا کامیاب ہوا ہے، لیکن گذشتہ حصہ مین جو باتین تھی وہ اسمین نہین، سورتون کے موضوع مقرر کرنے مین کچھ اور تامل کرنا چاہیئے تھا، آیات کے تسلسل بیان دکھانے مین کہین کہین رشتہ ٹوٹ گیا ہے، تاہم عام مسلمانون کے قرآن مجید سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہم اس تفسیر کو بہتر ذریعہ سمجھتے ہین،

ایک بات پر ہم اپنے دوست کو ٹوکین گے، عام دنیاوی کتابون کی تقلید مین قرآن مجید کی تفسیر مبارک کو انسانون کی نذر و ہدیہ سے پاک رکھنا چاہیئے تھا، ہر بات مین رسم زمانہ کی پیروی مناسب نہین،

ضخامت ۲۴۰، لکھائی چھپائی متوسط، کاغذ سفید معمولی، قیمت عہ/ پتہ: دفتر تفسیر قرآن، مونگیر (بہار)

تعلیم الانشاء، اس کتاب کے مولف ہمارے دوست مولوی حکیم نجم الہدیٰ صاحب ندوی اسسٹنٹ ماسٹر پٹنہ کالیجیٹ اسکول ہین، اس کتاب کا اصل موضوع یہ ہے کہ مدارس انگریزی کے طلبہ کو اردو مضمون نگاری کے

اصول وطرق مشق بتائے جائین، شروع مین مضمون نگاری کے اصول اور اسکی مختلف تقسیمات واصناف کہکر مختلف اصناف کے نمونے دیئے ہین اور یہ بتایا ہی کہ ہر صنف کے مضمون کے لئے کسقدر اجزا ضروری ہین اور کیونکر اُسپر مضمون لکہنا چاہیئے، مضامین زیادہ تر مستند اشخاص اور معتبر رسائل سے انتخاب کئے ہین اور کہین کہین خود مولف کے قلم نے بھی اپنے نتائجِ افکار پیش کئے ہین، زبان صاف اور سہل اور طرز عبارت سادہ ہے، البتہ کہین کہین زبان کے مسامحات موجود ہین، آخر مین مشق کے عنوانات دیئے ہین اور کلکتہ یونیورسٹی کے گذشتہ امتحانات کے سوالاتِ مضمون نگاری کا ضمیمہ شامل کردیا ہے، بحیثیت مجموعی ہم طلبائے نوآموز اور شائقین مضمون نگاری کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہین، لکہائی چہپائی متوسط، کاغذ معمولی، ضخامت ۱۶۵، قیمت ۱۲/ پتہ: بانکی پور، محلہ رمنہ، سید نجیب اشرف،

ضمیمۂ اعجاز عشق، مولوی محمد عبدالرحمن صاحب شاطر آنریری پریسیڈنسی مجسٹریٹ مدراس نے اعجاز عشق کے نام سے ایک قصیدہ ۱۳۲۲ھ مین لکہا تہا، اسکا قافیہ بہار و مدار تہا، اسوقت اس قصیدہ مین ۳۸۸ شعر تھے، دوسری اشاعت مین ۴۰۲ اور تیسری مین ۵۸۴ ہوگئے، آخری اشاعت کے آٹھ برس بعد اب اسی قافیہ مین قصیدۂ مذکور کا ضمیمہ لکہا ہے، جسمین ۲۸۷ شعر ہین، اعجاز عشق پر ملک کے بہترین اکابر نے مثلاً مولانا حالی، مولانا شبلی، ڈاکٹر اقبال وغیرہ نے عمدہ تقریظین لکھی ہتین جنمین شاعر کے فلسفیانہ خیالات اور شاعرانہ جذبات کی داد دی تھی، یہ ضمیمہ بھی اسی داد کے قابل ہے، قصیدہ کا اصلی موضوع یہ ہی کہ مختلف جدید فلسفیانہ خیالات کو اشعار مین ادا کیا جائے، فلسفہ اور شاعری یعنی بر و بحر کو یکجا کرنا کسقدر مشکل کام ہی لیکن بحر ہند کے ساحل جنوبی مین جسکا نام مدراس ہے یہ کام آسانی سے انجام پایا ہی، بااین ہمہ زبان پیچیدہ نہین، اور ترکیبون مین اُلجہاؤ نہین، لیکن امید ہی کہ آئندہ سے شاطر اپنی شاعرانہ شطرنج کے لئے کوئی نئی بساط بچہائینگے ورنہ آٹھ نو سو اشعار مین قوافی کا اعادہ و تکرار مطالب و معانی کے اعادہ و تکرار پر مجبور کریگا اور اگر اس مجبوری کو چہپانیکی کوشش کیجائیگی تو بے مزگی پیدا ہوگی ضخامت ۱۸ قیمت ۴/ امیر محل، مدراس

جلد چہارم | ماہ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء | عدد ششم

مضامین